سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع

مسلسل اشاعت کے ترپن سال

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 53

شمارہ نمبر 01

محرم،صفر ۱۴۳۹ھ

اکتوبر 2017

اس شمارے کے مضامین

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔

فون نمبر: +92 923 -630435

فیکس نمبر: +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا راشد الحق سمیع

فاٹا انضمام اور جمعیت علماء اسلام کا موقف

فاٹا سات ایجنسیوں اور چھ فرنٹیئر ریجن پر مشتمل ستائیس ہزار دو سو بیس کلومیٹر پر محیط قبائلی علاقہ ہے، اس خطے کی جنوبی وزیرستان سے باجوڑ ایجنسی تک چار سو ساٹھ کلومیٹر سرحد افغانستان سے ملتی ہے، وفاق کے زیرانتظام اس علاقے پر کئی دہائیوں سے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشنز (FCR) کا انگریزی قانون نافذ ہے جس کے خلاف طویل عرصے سے فاٹا کے عوام اور بالخصوص نوجوان آواز بلند کرتے رہے ہیں اور ہر فورم پر اس کو''کالا قانون'' قرار دیتے ہوئے اس سے نجات اور آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔تاہم پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ فاٹا (قبائل) کو قومی دھارے میں لانے ، ایف سی آر سے آزادی دینے اور اس علاقے کی ترقی کیلئے قومی سطح پر سنجیدہ اقدامات کئے جا رہے ہیں۔فاٹا اصلاحاتی کمیٹی کا قیام اور اسکی سفارشات کے بعد فاٹا کے عوام میں روشن مستقبل کی امید پیدا ہوگئی ہے۔فاٹا ریفارمز کمیٹی کی رپورٹ سامنے آنے کے بعد ایسا معلوم ہورہا تھا کہ فاٹا کے عوام جلد ہی ایف سی آر قانون سے نجات حاصل کرلیں گے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ سیاست کی نظر ہوکر مزید متنازعہ بنتا جارہا ہے۔خیبر پختونخوا بلکہ پاکستان کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتیں اس نکتہ پر متفق ہیں کہ قبائل کو خیبر پختونخوا کے ساتھ انضمام کرانا ہی تمام مسائل کا حل ہے۔

اس حوالہ سے جمعیت علماء اسلام کے سربراہ اور دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین مولانا سمیع الحق صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ قبائل پر ان کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ مسلط نہیں کرنے دیں گے ، امریکہ نے قبائل کو دربدر کرکے پاکستان کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔اس اہم مسئلہ پر قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے مورخہ ۳۔اکتوبر کو جمعیت علماء اسلام کے زیراہتمام پشاور میں ایک بہت اہم قومی سطح کا قبائلی جرگے کا اہتمام کیا اور جرگے سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا کہ قبائل کی بربادی میں حکومت پاکستان کی خارجہ و داخلہ پالیسی کا بھی بہت بڑا دخل ہے ، پرائی آگ کو اپنے گھر لاکر ملک کے امن کو تباہ کردیا۔اب اس کا واحد حل یہ ہے کہ قبائل کو صوبہ میں

ضم کر کے ان کے احساس محرومی کو ختم کیا جائے اوران کو وہ تمام شہری حقوق، سہولیات اور مراعات دی جائیں جو پاکستان میں دوسرے صوبوں کے عوام کو حاصل ہیں۔

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق نے یہ بھی واضح کردیا کہ فاٹا کے مستقبل کے حوالے سے قبائلی عوام کے موقف کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فاٹا کے عوام ایف سی آر سے آزادی اوراپنے بنیادی حقوق چاہتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں اس معاملے پر لڑنے جھگڑنے کے بجائے اس معاملے کی اہمیت ونزاکت کو سمجھیں اور افہام وتفہیم سے معاملہ حل کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ سیاست چمکانے کی اس دوڑ میں ستر سال بعد ملنے والا یہ موقع بھی قبائلی عوام کہیں گنوا نہ دیں۔

اس جرگہ میں وانا وزیرستان سے لے کر باجوڑ تک تمام سرکردہ قبائلی عمائدین، ملکان نے شرکت کی اسی طرح قومی سیاسی جماعتوں کی بھی بھرپور نمائندگی موجود تھی، جن میں پاکستان تحریک انصاف کے وزیراعلیٰ خیبرپختونخوا جناب پرویز خٹک صاحب ،صوبائی ترجمان جناب شاہ فرمان صاحب،عوامی نیشنل پارٹی کے مرکزی سیکرٹری جنرل میاں افتخارحسین شاہ صاحب، سابق وزیر جناب سردارحسین بابک صاحب، جماعت اسلامی کے پروفیسر محمد ابراہیم صاحب، سابق ایم این اے جناب ہارون الرشید صاحب ،قومی وطن پارٹی کے جناب اسد آفریدی صاحب، جناب طارق احمد صاحب،فاٹا کے پارلیمانی لیڈر جناب شاہ جی گل آفریدی صاحب، جمعیت علماء اسلام کے مولانا حامد الحق حقانی صاحب،مولانا سید یوسف شاہ صاحب،مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب ،مولانا شاہ عبدالعزیز مجاہد صاحب، سینیٹر حاجی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالحئیٰ حقانی صاحب، ملک حبیب نور اورکزئی صاحب ،ملک قسمت خان صاحب،مولانا زرولی خان صاحب اوردیگر حضرات شامل تھے۔

جرگہ کے شرکاء نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے فاٹا کیلئے بالخصوص اس جرگہ کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کیا اور اپیل کی گئی کہ وہ قبائل کو ایک ہی نقطہ پر جمع کر کے قائدانہ کردار ادا کریں۔شرکائے جرگہ نے کہا کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ واحد سیاسی اور مذہبی غیر متنازعہ شخصیت ہیں جس پر قبائل کا مکمل اعتماد ہے۔آخر میں صوبائی وزیر شاہ فرمان، شاہ جی گل آفریدی ممبر قومی اسمبلی ،مولانا حامد الحق حقانی ،سردارحسین بابک (ایم پی اے)، طارق احمد ،مولانا ہارون الرشید پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے ایک متفقہ اعلامیہ پیش کیا جو آخر میں صدر جرگہ حضرت مولانا سمیع الحق

صاحب مدظلہ نے میڈیا کے سامنے پڑھ کر سنایا۔

واضح رہے کہ آج تک اس جرگہ کے علاوہ کسی جرگہ میں سیاسی قائدین اور قبائلی عمائدین ایک اعلامیہ پر متفق نہیں ہوئے لیکن سب نے بیک آواز درج ذیل اعلامیہ پر اتفاق کیا۔

اس جرگہ میں شرکت کرنے والے تمام زعماء، مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین اور فاٹا نمائندگان نے درج ذیل امور پر اتفاق کیا جو اس اعلامیہ میں پیش کیا جارہا ہے:

(۱) آئین پاکستان میں ترمیم کے ذریعہ فوری طور پر پر فاٹا کے عوام کو خیبر پختونخوا اسمبلی میں اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق دیا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ یہ نمائندے تمام مالی اور انتظامی امور میں قانون سازی کرنے کیلئے بااختیار ہوں گے۔

(۲) قبائلی علاقہ جات کی اقتصادی اور معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ آئینی ترمیم کے ذریعہ فاٹا کو صوبہ خیبر پختونخوا میں فوری ضم کیا جائے اور بلا تاخیر اسے صوبہ کا حصہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) فاٹا میں ایف سی آر کو ختم کر کے باضابطہ عدالتی نظام قائم کیا جائے، سپریم کورٹ اور پشاور ہائی کورٹ کا دائرہ فاٹا تک وسیع کیا جائے۔

(۴) فاٹا کے عوام کو قانونی، آئینی اور بنیادی انسانی حقوق دیئے جائیں۔

(۵) صوبہ کے وزیر اعلیٰ کو ہی خیبر پختونخوا اور فاٹا علاقوں کیلئے چیف ایگزیکٹو کا درجہ دیا جائے۔

(۶) قبائل کی مردم شماری میں ''درپردہ'' مقاصد کے لئے بہت کم تعداد بتلائی گئی، تقریباً دو کروڑ قبائل کو لاکھوں کی تعداد میں ظاہر کیا گیا، اس سلسلہ میں قبائل کے تحفظات کو دور کیا جائے۔

راقم کے خیال میں تمام سیاستدانوں کو ان تجاویز پر مل بیٹھ کر اس کو عملی جامہ پہنایا جائے، انضمام کے فیصلے کے بعد بھی فاٹا کی تعمیر و ترقی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا تو کچھ بعید نہیں کہ پھر مستقبل میں آبادی اور وسائل کی زیادتی کی وجہ سے الگ صوبے کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ مگر فی الحال الگ صوبے یا کسی اور ایشو کی وجہ سے قبائلی اصلاحات کو رکوانا اور ساری تجاویز کو بیک جنبش قلم ''سازش'' کہلانا کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ فاٹا کا انضمام اور تعمیر و ترقی صرف قبائلی عوام کا نہیں بلکہ پاکستان کے بیس کروڑ عوام پر قرض ہے۔ آئیں اس پرانے قرض کو چکانے کے لئے مل کر کردار ادا کریں۔

(قسط ۵۹) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری

۸۴-۱۹۸۳ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

جہاد کی فضیلت واہمیت اور حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات، مجاہدین کے ساتھ مجلس

۱۶۔مارچ ۱۹۸۳: مولانا نذر نعمانی اور مولوی محمد اسلم حقانی اپنے مجاہدین رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملنے آئے حضرت شیخ کی طبیعت آج بڑی کشادہ تھی بڑے ہشاش بشاش معلوم ہورہے تھے جماعت مجاہدین کی آمد سے تو اور بھی طبیعت میں نشاط آگیا اور مجاہدین و حاضرین سے کافی دیر تک جہاد افغانستان کی مناسبت سے گفتگو کرتے رہے جو ارشادات قلم بند ہوسکے وہ یہ ہیں۔

فرمایا: جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سعی اور کوشش اس میں بڑی برکتیں ہیں اللہ کریم کی غیبی نصرتیں شامل حال رہتی ہیں۔

عکاشہ کا حضورؐ کی چھڑی سے تلوار کا کام:

حضرت عکاشہؓ جب خالی ہاتھوں باطل سے برسرپیکار تھے تو آں حضرت ﷺ نے ان کو ایک

چھڑی جس کا نام عون تھا عنایت فرمائی۔اور ارشاد فرمایا عکاشہ! اس چھڑی کو کفار کے مقابلہ میں استعمال کرو اور اللہ کا نام لے کر جنگ کے میدان میں اس سے کفر کا مقابلہ کرو۔ یہ چھڑی تلوار کا کام دے گی تو نبوت کا معجزہ اور جہاد کی برکت یوں ظاہر ہوئی کہ اس لکڑی نے جنگ بدر اور متعدد غزوات میں تلوار سے بھی بڑھ کر کام دیا۔ یہ تو حضرات صحابہ کی اہم باتیں ہیں نبوت کے معجزات اور صحابہ کی کرامات ہیں اور خیر القرون کا مبارک دور، آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ خیر القرون سے صدیوں دور اور قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ ایمان کمزور اور یقین مضمحل ہو چکے ہیں مگر اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے نام کی سربلندی کے لئے جہاد اور قربانی کے برکات اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ حضرات (افغان مجاہدین) کو اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ خالی ہاتھ اور بے سروسامانی کی حالت میں مجاہدین کے ہاتھوں رب قدیر نے بمبار طیاروں، دیو پیکر ٹینکوں اور ہر قسم کے جدید آتشیں اسلحہ سے لیس طاقتور فوج کو بفضل اللہ بری طرح شکست ہوئی ہے یہ سب جہاد کی فضیلت و کرامت ہے افغانستان کی یہ جنگ اور افغان مجاہدین کا یہ مومنانہ جہاد درحقیقت اسلام کی فتح جہاد کی عظمت، مجاہدین کی فضیلت اور دین و ایمان اور نبوت کا معجزہ ہے۔ رب قدیر سب کو عزیمت اور استقامت عطا فرمائے جو لوگ اس میدان میں اتر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عزیمت و استقامت بھی بخش دی ہے ہمارے مولانا جلال الدین حقانی مولوی یونس خالص حقانی اور سینکڑوں علماء مجاہدین خاک و خون اور گولوں اور توپوں کی برستی ہوئی آگ سے کھیل رہے ہیں مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

مولانا جلال الدین حقانی سے اللہ تعالیٰ نے میدان جہاد میں ٹینک شکنی کا کام لے رہا ہے

مولانا جلال الدین حقانی سے خدا تعالیٰ اس وقت میدان جہاد میں ٹینک شکنی کا کام لے رہے ہیں کئی دفعہ گولیوں کی زد میں آئے مگر خدا کا فضل دیکھئے ہر مرتبہ محفوظ رہے یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں وہ جب چاہتا ہے جس انداز سے چاہتا ہے اپنے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ میری تو اللہ کریم سے یہی دعا رہتی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ حضرات اور تمام مجاہدین اسلام کو ہر آفت سے اور دشمن کے حملے سے محفوظ رکھے۔

حضرت خالد بن ولید اور خلعت شہادت کی تمنا

حضرت خالد بن ولید جو اسلام کے عظیم جرنیل، فاتح اور بہت بڑے مجاہد تھے۔ ساری زندگی جہاد میں گذاری قیصر و کسریٰ جیسے شاہان وقت کے مقابلہ کی بڑی بڑی جنگیں لڑیں۔ شہادت کی تمنا تھی اور شہادت کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو ان کی محافظت منظور تھی اس لئے ان کی میدان جنگ میں شہید ہونے کی دعا پوری نہ ہوئی جب وفات کا وقت ہوا تو فرمایا:۔

لوگو! خبردار رہنا اور یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ موت جنگ کی وجہ سے آتی ہے یا جو لڑتا ہے وہی مرتا ہے میری

ساری زندگی تمہارے سامنے ہے ہمیشہ لڑائیاں لڑتا رہا بڑے بڑے معرکے سر کیئے اور ہر لمحہ اور ہر گھڑی میں یہ تمنا رہتی تھی کہ اللہ پاک مجھے خلعت شہادت سے نوازیں مگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

حضرت خالد کا یہ فرمانا کہ میری آرزو پوری نہ ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو اس کا پورا کرنا منظور نہ تھا علماء حضرات نے یہاں ایک عجیب علمی نقطہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو لسان نبوت سے سیف من سیوف اللہ کا خطاب ملا تھا۔تو تلوار کا کام کاٹنا ہے کٹنا نہیں۔اگر بالغرض حضرت خالدؓ کسی غزوہ میں شہید ہو جاتے اور تلوار کی دھار سے کٹ جاتے تو مشرکین مذاق اڑاتے اور کہتے کہ یہ کیسی تلوار ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے کٹ گئی۔درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا خطاب سیف اللہ تعالیٰ کو اس کی لاج رکھنا منظور تھا اس لئے حضرت خالد کو کٹنے سے محفوظ رکھا (مجاہدین سے) ہم بوڑھوں کو بھی اپنی دعاؤں بالخصوص میدان جنگ کے اوقات کی مستجاب دعاؤں میں نہ بھلانا اور اپنی مقبول دعاؤں میں یاد فرما کر ہم گناہ گاروں پر احسان کریں۔

الٰہی نصرت کے لئے مجرب وظیفہ آیت: ایک جن کا دلچسپ قصہ

آپ حضرات بھی انا جعلنا فی اعناقھم اور شاھت الوجوہ کا وظیفہ پڑھا کریں اللہ پاک معاونت بھی فرمائیں گے اور محافظت بھی ہمارے اکابر اساتذہ اور اسلاف نے اس آیت کے ورد کے بے شمار فوائد اور ثمرات بیان فرمائے ہیں میں نے اپنے مشائخ سے ماموں اللہ بخش نامی ''جن'' کا قصہ سنا ہے اور بارہا سنا ہے جو احمد آباد سے بھاگ کر گنگوہ آ گیا تھا اور پھر یہاں اپنی آمد کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا کرتا تھا کہ میں نے احمد آباد میں ایک عورت کو ستانا شروع کیا تو اس کے رشتہ دار اس کے لئے کئی عاملوں کو لاتے رہے جو عامل بھی آتا۔میں دھمکی دھونس اور زدوکوب سے اس کا خوب نوٹس لیتا۔آخر ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو بظاہر اپنے سادہ لباس اور وضع قطع سے ایک معمولی انسان معلوم ہوتے تھے میں نے انہیں بھی دھمکی دے دی کہ تیری طرح بیسوں عامل آئے اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور میرے ساتھ چھیڑ خوانی پر کوئی اچھا خاصہ نتیجہ بھی مرتب نہ ہو سکا میں نے عامل سے کہا کہ تیرا بھی وہی انجام ہو گا جو پہلوں کا ہوتا رہا۔اتنے میں اس عامل نے انا جعلنا فی اعنا قھم اغلالاً کی آیت پڑھنی شروع کر دی، مکمل کی تو میرے سامنے ایک بہت بڑی دیوار حائل ہو گئی اس عامل نے مجھے کہا کہ عورت کو چھوڑ دو ورنہ ابھی قید کرتا ہوں میں اپنی ضد پر رہا اور عامل کو ایک دوسری دھمکی دے دی کہ عامل نے پھر اسی آیت کو پڑھا تو میرے پیچھے بھی ایک مضبوط دیوار کھڑی ہو گئی پھر عامل آیت پڑھتے گئے اور میرے ارد گرد دیواریں چڑھتی گئیں اور میں ایک مضبوط حصار میں بند ہو گیا اور اپنی نجات بھاگ جانے میں پائی لہٰذا وہاں سے بھاگ کر اب گنگوہ حاضر ہوا اور یہاں آ کر پناہ لی ہے۔

مجاہدین کے ناموں کی برکتیں

بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ سب قرآنی آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور وظائف کی برکات ہیں جو مخلصین و صالحین کو حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کریم نے جس طرح جہاد میں بے پناہ برکتیں رکھی ہیں اسی طرح مجاہدین کے مقام اور نام میں بھی کثیر برکتیں ہیں امام بخاری نے تمام بدری مجاہدین (صحابہ) کے نام یک جا کر گئے ہیں جو بھی ان اسماء کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے اللہ پاک اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں اور اگر کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ مجاہدین کے اسماء میں برکت نہیں بلکہ اس کی کئی اور وجوہات ہوسکتی ہیں۔ مثلاً قبولیت دعا کی جو شرائط ہیں وہ مفقود ہیں اور عدم قبولیت دعا بعض اوقات عدم خلوص کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ خدا کے حضور دعا کوئی عام منتر اور جادو نہیں بلکہ دعا میں خشوع و خضوع یقین و ایمان کی ساتھ ساتھ احترام عظمت اور فضیلت کو بھی سامنے رکھنا ہوتا ہے۔ اب تو بحمد للہ مجاہدین کی برکتوں کے طفیل بہت سے علاقوں میں ارزانی اور رزق کی کشادگی کی خبریں بھی آرہی ہیں۔

روسی دشمن اور ببرک کارمل کا خیال تھا کہ مجاہدین و مہاجرین بھوکوں مرجائیں گے مگر آج وہ مجاہدین کے ساتھ اللہ کی نصرت دیکھ رہے ہیں اور ان کے رزق کی کشادگی کے ساتھ ساتھ ان کو میدان کارزار میں کامیاب دیکھتے ہیں تو ان کی ناک خاک آلود ہوجاتی ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرات مجاہدین کی اپنے خلوص اور دیانتداری کے نتائج ہیں اللہ کریم مزید استقامت دے۔

افغان مجاہدین سے دلچسپ مذاکرہ

۱۸۔مارچ ۱۹۸۳: حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو معتقدین اور مہمانوں نے گھیر لیا سب کی تمنا مصافحہ اور دعا کی درخواست تھی۔ اسی دوران افغان مجاہدین کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا جس میں نور المدارس غزنی کابل اور زیادہ تر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے وفد کی رہنمائی مولانا دوست محمد افغانی فاضل حقانیہ اور قیادت مولانا سید عبدالستار حقانی مولوی معراج الدین حقانی، ملا حمید اللہ حقانی، ملا حمید اللہ حقانی، ملا خلیل الرحمان واعظ اور امان اللہ خان واعظ کی علاوہ قاری محمد اکرم اور مجاہد عالم خان بھی وفد میں شریک تھے۔

غزنی محاذ جنگ

قائد وفد: حضرت! ہمارا یہ وفد غزنی کے محاذ جنگ سے تعلق رکھتا ہے اور حاضر خدمت ہوا ہے جہاں سے ہمارے ساتھ دیگر علماء اور مشائخ کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے تقریباً ۳۰ فضلاء مصروف کار اور دشمن سے برسرپیکار ہیں سب کی خواہش اور تمنا یہی تھی کہ آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوں۔ اور

دعائیں حاصل کریں چونکہ محاذ جنگ کے کمزور پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سارے حاضر خدمت نہ ہو سکے۔ سب رفقاء سلام عرض کرتے تھے اور دعا کی درخواست بھی ہمارے آمد کا مقصد بھی یہی ہے کہ محاذ جنگ کی کارکردگی جہاد افغانستان کی مجموعی کامیابی اور اہم حالات و واقعات سے آپ کو آگاہ کردیں اور بعض پیش آمدہ مسائل میں مشورہ کے علاوہ مزید کامیابی اور فتح مندی کے لئے آپ سے دعا کرائیں۔

حضرت نے دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ ہم بوڑھوں پر آپ بہت بڑا احسان کرتے ہیں کہ گاہے گاہے زیارت و ملاقات کا شرف بخش دیتے ہیں۔

حضرت الشیخ: آپ کا محاذ جنگ کونسا ہے؟

قائد وفد: میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ ہمارا یہ وفد اور اس کے علاوہ ہمارے تین سو رفقاء غزنی کے محاذ جنگ پر دشمن سے برسرپیکار ہیں ہمارا یہ محاذ جنگ بھی ایسی جگہ واقع ہے کہ چاروں طرف سے دشمن کا گھیرا ہے اور ہم بیچ میں محصور ہیں۔

سرحدات پر دشمن کے مقابلہ کیلئے ایک رات ڈیوٹی کی فضیلت

حضرت الشیخ: جی ہاں، آپ حضرات سرحدات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی نزدیک سرحدات کی حفاظت کرنے والوں کا مقام بلند اور درجات عالی ہیں رباط یوم ولیلة خیر من الدنیا وما فیھا (الحدیث) سرحدات پر دشمن کے مقابلہ میں ایک رات کی ڈیوٹی دنیا و مافیھا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے وجہ یہ ہے کہ سرحدات پر ہر ہر لحہ دشمن کے مقابلہ میں چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ اور ہر لحہ عزیز جان اور قیمتی زندگی خطرہ میں رہتی ہے۔ سرحدات کے محافظ کو ہر آن یہ یقین رہتا ہے کہ شاید یہ گھڑیاں اس کی زندگی کی آخری لحات ہوں۔ اللہ پاک سب کو کامرانی اور فتح مندی سے نوازے اور دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال کردے۔ آپ لوگوں کے یہ نورانی چہرے دیکھ کر حقیقت یہ ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے کچھ لوگ دنیا کے لئے لڑتے ہیں کچھ ملک و وطن کے لئے اور بعض ایسی بھی ہیں جو قومیت اور لسانیات کے لئے کٹ مرتے ہیں اور بعض ملک و مال اور دولت و جائیداد کے لئے لڑتے ہی مگر آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اسلام کی فتح مندی کے لئے اور صرف خدا کی رضا کے لئے لڑتے ہیں اور آپ کے جہاد کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

افغان مجاہدین اور تبوک اور بدر واحد جیسی غیبی نصرتیں

جہاد افغانستان کا سہرا آپ علماء حضرات کے سر ہے وہاں کی اکابر مشائخ اور علماء افغان مجاہدین کے زعماء اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء جب یہاں تشریف لاتے ہیں اور جو نہیں آسکتے وہ خطوط کے ذریعہ میدان

جنگ کی رپورٹیں اور حالات و واقعات کی اطلاع دیتے رہتے ہیں تو میں ان کے واقعات وحالات ان کی جواں مردی اور پامردی اور ثابت قدمی اللہ کی غیبی نصرتیں اور حیرت کن حالات و واقعات سن کر اپنے رفقاء اور یہاں کے طلباء سے کہتا رہتا ہوں کہ ہم نے جو کتابوں میں بدر واحد اور تبوک وحنین کے مجاہدین کے ساتھ جو اللہ کی غیبی نصرتوں اور کرامات کے جو واقعات پڑھے ہیں۔ رب ذوالجلال کے وہی اکرام و الطاف افغانستان کے مجاہدین میدان جہاد میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ایک مجاہد شہید تو سو روسی فوجی جہنم رسید

قائد وفد: جی ہاں! حال ہی میں ہمارا ایک سپاہی تھا۔ اچانک اس کا روسی فوج سے مقابلہ ہو گیا تو اللہ پاک نے اسی ایک مجاہد سپاہی کے ہاتھوں بارہ مسلح روسی فوجی گرفتار کرائے۔ الحمد اللہ! کہ ہر محاذ پر ہر لڑائی میں اور تقریباً ہر میدان میں مجاہدین کے مقابلہ میں روسیوں کو زبردست شکست اٹھانی پڑتی ہے اور اب تو ہمارا دعوی ہے کہ ایک مجاہد اور سو روسی فوجی انشاء اللہ مجاہد فتح یابی اور روسی ہزیمت پائیں گے یہ صرف دعوی ہی نہیں بلکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اگر ادھر ایک مجاہد شہید ہوتا ہے تو اس کے مقابلہ میں سو روسی فوجی جہنم رسید ہوتے ہیں۔

حضرت الشیخ: روس نے افغانستان کے نہتے مسلمانوں کے خلاف جدید ترین اسلحہ اور زہریلی گیسیں استعمال کر کے انتہائی ظلم سفاکانہ جارحیت اور درندگی کا ثبوت دیا ہے۔

قائد وفد: مگر اس کے باوجود اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور آپ حضرات کی دعاؤں کے صدقہ ہر میدان میں اسے مجاہدین کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی ہے اور ایسے موقعوں پر مجاہدین کے ساتھ رب نصیر کی جو غیبی نصرتیں ہوتی ہیں ان کے مشاہدہ سے انسان حیران رہ جاتا ہے ایک مرتبہ ایک محاذ پر چند مٹھی بھر رفقاء کا روسی دشمن کے تین سو ٹینکوں اور چالیس بمبار طیاروں سے مقابلہ ہوا۔ دشمن کی طاقت اور یلغار دیکھ کر اس وقت ہمارا خیال تھا بلکہ یقین کہ آج مجاہدین میں کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ مگر جب لڑائی ختم ہوئی اور مجاہدین نے رفقاء کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سوائے ایک دو کے شہید ہونے کے باقی سب صحیح سالم موجود تھے۔

حضرت الشیخ: مجاہدین کا ولولہ اور عزائم؟

قائد وفد: اگر مجاہدین کا یہی ولولہ اور اتحاد قائم رہا تو ہم دو سو سال تک آسانی سے روس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حضرت الشیخ: بلی ان تتقوا و تصبروا تقوی اور صبر کامیابی کا اصل گر اور غلبہ و فتح مندی کی شرط اول ہے جب انسان اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے ان دو اصولوں پر کار بند ہو جائے تو اللہ کریم اپنی غیبی خزانوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اور جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے یمدد کم بخمسة الاف

قائدوفد (مجاہدین سے) آپ کے مقبوضہ علاقوں کی صورت حال............

صرف چند مرکزی مقامات کے علاوہ ہر جگہ مجاہدین کا اپنا تسلط اور قبضہ ہے۔ روسی فوج اپنے مقبوضہ مخصوص بڑے شہروں سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتی جیسا کہ ہمارے رفقا اور مجاہدین کھلے بندوں ان کے شہروں میں نہیں گھوم پھر سکتے ہم نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں پھر سے مدارس قائم کردئے ہیں دینی علوم کی تعلیم جاری ہے اور وہاں کا نظام حکومت بھی مجاہدین کے زیر نگرانی بلکہ انہیں کا قائم کردہ اور خالص اسلامی ہے۔ حدود قصاص اور شرعی قوانین نافذ العمل ہیں ۔ معاملات اور ہر قسم کے مقدمات کے شرعی فیصلہ جات وہاں کی شرعی عدالتیں کرتی ہیں۔

حضرت الشیخ: روسی اور کارمل فوج میں آپ کوئی امتیاز بھی کرتے ہیں؟

قائدوفد: جی نہیں۔ ہمارے نزدیک دونوں ایک برابر ہیں روسی فوج ہو یا کارمل نمائندے مقابلہ میں جو بھی ہاتھ لگتے ہیں ہم انہیں گرفتار کرلیتے ہیں اور اپنی فوجی کاروائی کرتے ہیں۔

روسی فوجی اور کارمل فوجی میں امتیاز؟

حضرت الشیخ: تو کارمل فوج میں جو مسلمان غلط فہمی سے شریک ہیں............

ایک مجاہد: جو مسلمان غلط فہمی کا شکار تھے اور نادانی سے کارمل فوج کا ساتھ دے رہے تھے ان کو تو اللہ پاک نے صحیح فکر اور ٹھیک سوچنے اور سمجھنے کی توفیق دے دی ہے لہٰذا وہ کارمل فوج سے علیحدہ ہوکر مجاہدین سے آملے ہیں۔ باقی جو رہ گئے ہیں یہ خالص پرچمی خلقی اور روسی ذہن اور روسی عقیدہ کے لوگ ہیں۔

نورالمشائخ کیلئے دعا

جب حضرت شیخ کے دریافت کرنے پر مولانا زعفرانی نے آپ کو بتایا کہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت نورالمشائخ زندہ ہیں مگر ان سے تاحال ملاقات نہیں ہوسکی تو حضرت شیخ نے فرمایا الحمد للہ، الحمد للہ کہ حضرت نورالمشائخ زندہ ہیں۔ اس خبر سے دل کو سرور حاصل ہوا اور قلبی مسرت ہوئی۔ اللہ پاک ان کو محفوظ اور تادیر سلامت رکھے اور دشمن کی قید سے رہائی عطا فرمائے۔

اس کے بعد مجاہدین کی درخواست پر حضرت شیخ نے دعا فرمائی دعا کے دوران حضرت کی آواز گلو گیر تھی اور مجاہدین کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

مولانا محمد یوسف افغانی (شہید) کے ساتھ شیخ الحدیث کی گفتگو

دعا سے فراغت کے بعد مجاہدین کا وفد بھی ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک بڑے قد آور سفید ریش بزرگ مسجد میں داخل ہوئے سب کی نگاہیں ادھر اٹھ گئیں کہ ایک مجاہد نے فوراً آگے بڑھ کر آنے

والے مجاہد کا حضرت شیخ سے تعارف کرایا۔ کہ حضرت! مولانا محمد یوسف صاحب تشریف لا رہے ہیں جو جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں اور جنگ کے مختلف محاذوں پر لڑ چکے ہیں۔ اور کئی پلٹنوں کے امیر ہیں۔ حضرت شیخ نے مولانا محمد یوسف افغانی کا پر تپاک استقبال فرمایا۔

مولانا محمد یوسف: حضرت! صرف زیارت و ملاقات اور دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں مجاہدین اور محاذ جنگ کے رفقاء کے کچھ ضروری امور ہیں اور اس سلسلہ میں بھی کچھ مشورہ کرنا ہے۔

حضرت الشیخ: آپ کس محاذ پر جا رہے ہیں۔

مولانا یوسف: ولایت لوگر پر جو کابل سے جنوب کی طرف واقع ہے اور اس سے قبل بھی تین چار محاذوں پر جنگ لڑی ہے ان محاذوں پر میرے ساتھ آپ کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کی فضلاء نے بھی خوب تعاون کیا ہے۔

حضرت الشیخ: کیا آپ کے علاقہ کے عام شہروں اور دیہاتوں میں خلقی پرچمی روسی اور روسی ذہن کے لوگ موجود ہیں آپ کو اور آپ کے رفقاء اور اہل ایمان کو اذیت پہنچاتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف: جی نہیں۔ ہمارے اپنے علاقہ اور اس کے اطراف میں نہ تو پرچمی باقی رہ گئے اور نہ خلقی، نہ روسی اور نہ روسی ذہن کے کابلی اور جو تھے وہ یا تو مارے گئے یا پھر از خود بھاگ گئے ہیں اب بھی اگر مجاہدین کو ایسے کسی فرد کی نشاندہی اور پھر اس کی تصدیق ہو جائے تو راتوں رات اس کے گھر کا گھیراؤ کر کے اسے گرفتار کر لیتے ہیں یا اسے مار بھگاتے ہیں بحمد اللہ اب خدا کے فضل سے ہمارے علاقہ میں ایسے لوگوں کے پیر نہیں لگتے۔

حضرت الشیخ: محاذ میں آپ حضرت جس شجاعت پا مردی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آنے والے احباب ان تمام حالات سے آگاہ کر دیتے ہیں باری تعالیٰ مزید استقامت عطا فرمائے میں واپنے طلبہ اور وہاں سے آنے والے مجاہدین کو علی العموم و جعلنا من بین ایدیھم اور وشاھت الوجوہ کا وظیفہ بتایا کرتا ہوں تو آپ تو ماشاء اللہ خود عالم دین ہیں۔

شاہت الوجوہ کی صداقت کا مشاہدہ

مولانا یوسف: جی ہاں۔ ہم نے اس کی برکات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کا مزید یقین ہونے لگا ہے ایک مرتبہ نو رفقاء کا میدان جنگ میں ایک بڑی روسی فوج سے سامنا ہوا اور ہم محاصرہ میں آ گئے ہم نو آدمیوں کے پاس صرف تین بندوقیں تھیں ان میں بھی ایک ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں انا جعلنا فی اعناقھم پڑھ کر مٹھی میں کنکریاں لیں اور شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے

دشمن کیطرف پھینکیں اور پھر ہم تین تین ساتھیوں کے گروپ بن کر دشمن کی طرف مختلف سمت روانہ ہو گئے مگر میرا محاصرہ بہرحال جاری رہا میں ساتھ والے ایک گاؤں میں گھس گیا دشمن کے چالیس ٹینک اور اوپر سے بمبار طیاروں نے اس بستی کا محاصرہ کرلیا اور کہا کہ ہمیں آدمی دو۔ بستی کے معززین کو بلایا اور انہیں دھونس دھمکی دی اور حد درجہ تشدد اور ظالمانہ سلوک کیا اور انہیں الٹا لٹکا کر کہتے رہے کہ ہمیں آدمی دو۔ ہمارے محترم مولانا نصر اللہ صاحب کی داڑھی کے بال نوچ نوچ کر میرا دریافت کرتے رہے مگر ان میں کسی نے بھی ہمیں ان کے حوالے کرنے کی حامی نہیں بھری ہم وہاں بستی سے متصل انگوروں کے ایک باغ میں لیٹ گئے جہاں کوئی جائے پناہ نہ تھی اور شاہت الوجوہ کا عمل جاری رکھا۔ خدا کی قدرت اور اسلام کا معجزہ کہ اس گئے گذرے دور میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس باغ میں بار بار روسی فوجی داخل ہوئے بوٹا بوٹا الٹ دیا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتے پھرتے دندناتے رہے ان کے ہر ادا ہمارے مشاہدہ میں تھی۔ مگر خدا کی شان کہ ہم باغ میں ہوتے ہوئے بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔

حضرت الشیخ: جی ہاں وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشینا ھم فھم لا یبصرون کا یہی معنی ہے۔

آٹھ مجاہدین کو دشمن دس ہزار سمجھ بیٹھا

مولانا یوسف: ایک مرتبہ ہمارا ایک فوجی محاذ جو مجاہدین کے اسلحہ کا مرکز تھا کو تاراج کرنے کے لئے روسی فوج نے ۴۰ ٹینکوں اور ۱۸ بمبار طیاروں سے یلغار کردی میرے ساتھ اتفاق سے اس وقت آٹھ ساتھی رہ گئے تھے اور وہ بھی دینی مدرسہ کے طالب علم، ہم نے اپنے مورچہ میں بیٹھ کر دشمن کے حملہ کا ڈٹ کر جواب دیا اور اس اندازے سے اندھا دھند فائرنگ کی کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور ہم خدا کے فضل سے محصور ہوتے ہوئے بھی دشمن پر غالب آئے۔ دشمن کے سینکڑوں افراد ہلاک اور جہنم رسید ہوئے جب حملہ آور فوج کابل واپس ہوئی اور ان سے ان کی ناکامی سے متعلق افسران بالا نے باز پرس کی تو انہوں نے رپورٹ دی کہ ناکامی کا سبب قلعہ کے اندر دس ہزار مجاہدین کی موجودگی اور ان کا زبردست دفاع ہے حالانکہ قلعہ میں صرف آٹھ آدمی تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ دشمن اپنے مردوں اور زخمیوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اٹھا رہے ہیں۔

حضرت الشیخ: آج کل تو سخت سردی پڑ رہی ہے اور برف باری بھی ہو رہی ہے تو اس سے مجاہدین کو بھی سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی۔

سردی اور برف باری میں پامردی کا مظاہرہ

مولانا یوسف: جی ہاں! بعض مقامات پر برف باری کی وجہ سے مجاہدین کو زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا

ایک مقام پر چھ روز تک مجاہدین دشمن کی فوج کے محاصرے میں آگئے تو برف کے تودوں پر رہتے رہتے ان کے پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور نیچے سے کٹ گئے مگر اس حالات میں بھی انہوں نے دشمن کا حد درجہ پامردی اور استقامت سے مقابلہ کیا اور دشمن کے ۴۰ ٹینک اور ۱۸ جہاز مار گرائے ایک دوسرے محاذ پر جب مجاہدین دشمن کے طویل محاصرہ میں آگئے تو سردی کی وجہ سے ۲۰۰ مجاہدین کے پاؤں نیچے سے کٹ گئے۔اس موقع پر حضرت اقدس کے چہرہ پر حد درجہ حزن و ملال کے آثار ہویدا ہوئے اور کافی دیر تک ان کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔

نوٹ: اس مذاکرہ کے مجاہد مولانا یوسف شہید ستمبر ۱۹۸۳ء کو جنگ کے دوران بڑی بیدردی سے شہید کئے گئے...... ع بنا کردن چہ خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن

مجلس شوریٰ دارالعلوم حقانیہ کا بجٹ اجلاس

ستمبر ۱۹۸۳ء بمطابق ۱۴۰۳ھ: دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس یہاں دارالعلوم کے لائبریری ہال میں زیر صدارت حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی منعقد ہوا جس میں ملک کے دور دراز حصوں سے دارالعلوم کے ارکان نے شرکت کی، شیخ الحدیث حضرت والد ماجد مولانا عبدالحق صاحب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی علالت کی وجہ سے حسب سابق احقر نے بجٹ پیش کیا، جس میں دارالعلوم کے تمام شعبوں کارگذاری اور آمد وخرچ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی تھی، احقر نے سال رواں کے اخراجات کیلئے بارہ لاکھ ترپن ہزار پچاس روپے کا میزانیہ پیش کیا، سال گذشتہ دارالعلوم کی مختلف مدات پر گیارہ لاکھ اناسی ہزار ایک سو اناسی روپے بارہ پیسے خرچ ہوئے، بجٹ اجلاس میں ارکان نے دارالعلوم کی ترقیاتی سکیموں پر کھل کر اظہار خیال کیا اور دارالعلوم کے مثالی اور متوازن بجٹ کو سراہا۔

اجلاس کے اراکین ملک وملت کے مشاہیر علم وفضل دارالعلوم کے بعض اساتذہ وارکان کی وفات پر اظہار تعزیت کیا، اور اس ضمن میں قاری محمد طیب قاسمی، علامہ شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحلیم صدر مدرس دارالعلوم، مولانا مصطفیٰ حسن مدرس دارالعلوم، مولانا عبدالقیوم پوپلزئی، مولانا عبدالواحد گوجرانوالہ، مولانا حافظ نور محمد صاحب تلہ گنگ، مولانا دوست محمد مردان، حاجی رحمان الدین اکوڑہ خٹک رکن دارالعلوم، میاں مراد گل کاکاخیل (رکن دارالعلوم) محمد نواز خان خٹک شیدو اور دیگر حضرات کے حق میں دعائے مغفرت کی، اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی صحت کاملہ کیلئے خصوصی دعا کی گئی جو پچھلے دو ہفتوں سے خیبر ہسپتال پشاور میں زیر علاج ہیں۔

خیبر ہسپتال پشاور میں شیخ الحدیث صاحب کا علاج کے لئے قیام:

۹ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۸۳ء حضرت خیبر ہسپتال پشاور میں زیر علاج ہیں ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ عید بھی یہاں گذاریں کیونکہ گھر میں لوگوں کا ہجوم صحت کو دوبارہ بگاڑ دے گا، اور ملاقاتیوں کو روکنا مشکل ہوگا کل عید گاہ میں پہلی دفعہ حضرت کا خطاب نہیں ہوگا اور میں نے پہلی دفعہ تقریر کرنی ہے اس اہم مرحلہ پر حضرت نے خصوصی دعائیں دیں اور ہدایات بھی کہ گاؤں کے کسی معاملہ پر کسی ایک گروہ یا بلدیاتی مسائل کی طرف خطاب میں کوئی تعرض نہ کریں۔

۱۶ ذی الحجہ حضرت ہسپتال سے گھر تشریف لائے تقریباً ایک ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہے ڈاکٹر ناصر الدین اعظم اور ڈاکٹر صاحبزادہ وحید ماہرین امراض قلب نے بڑی عقیدت سے تیمارداری کی دل کی تکلیف کی وجہ سے کمرہ ۱۸ سی سی آئی میں بھی کئی دن گذارے پھر امراض قلب کی وجہ سے سی سی یو بھی منتقل ہوئے دل کی تکلیف کم ہوئی سخت پابندی کے باوجود ملاقاتیوں کا شب و روز ہجوم رہا۔

۲۵ ذی الحجہ طویل علالت کے بعد آج پہلی بار دار العلوم تشریف لائے، احقر اس وقت دار الحدیث میں ترمذی پڑھا رہا تھا دفتر اہتمام میں تشریف فرما ہوئے ان کی آمد سے دوبارہ بہار آئی۔

شیخ الحدیث کا وفاق کے نصاب تعلیم سے متعلق مجلس عاملہ کے اراکین کے نام مکتوب:

بہتر نصاب تعلیم مستقبل کے جاندار علمی اور اسلامی قیادت کا ذریعہ

ذیل کا خط حضرت شیخ الحدیث کی طرف وفاق المدارس کے اجلاس ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو اراکین مجلس عاملہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم حضرات علماء کرام ومشائخ عظام! کاش، مجھے اعذار نہ ہوتے، یا کم از کم کہیں آنے جانے کی طاقت ہوتی اور صحت اجازت دیتی تو میں اس اجلاس میں ضرور شرکت کرتا۔ اپنے اکابر و مشائخ سے زیارت و ملاقات بھی ہو جاتی اور نصاب تعلیم سے متعلق تبادلہ خیال بھی ہو جاتا، مگر یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ تاہم اپنے اکابر علماء، جو کشتی ملت کے ناخدا ہیں ان کی خدمت میں ایک گذارش اور درخواست پیش کرتا ہوں کہ مجلس عاملہ کا حالیہ اجلاس نصاب تعلیم پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا ہے۔ جہاں تک نصاب تعلیم سے تمام ضروریات زندگی کی تکمیل کا مسئلہ ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ نصاب اپنی تمام خوبیوں اور امتیازات و خصوصیات کے باوصف، تمام ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کرتا۔ آج تک کوئی ادارہ کوئی جماعت کوئی ذمہ دار اور حقیقت پسند شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام

ضروریات کو حاوی ہے۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ نصاب تعلیم ایک ملکہ خاص کا ضامن ہے جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام دے سکے۔ نصاب تعلیم زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا۔ البتہ صحیح اور ایک جاندار نصاب تعلیم سے طلبہ میں ایک ملکہ، ایک صلاحیت اور صحیح ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی بنا پر طلبہ کے لئے ہر نوع کا علمی موضوع خواہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو آسان ہو جاتا ہے۔ درس نظامی کی تاریخ اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ علماء اور فضلاء میں یہی چیز ہے جو سب میں نمایاں نظر آتی ہے تو اس وقت آپ کسی ایک مدرسہ کے ذمہ دار، منتظم یا صرف مدرس کی حیثیت سے نہیں سوچ رہے اور نہ ہی اس وقت آپ ایک کلاس کے استاد کی حیثیت سے سوچ رہے ہیں اور نہ ہی آپ کا دائرہ اثر ایک محدود حلقہ ہے بلکہ آپ ملت اسلامیہ کا سرمایہ افتخار، پاکستانی علمی برادری کے گل سر سبد اور خلاصہ اور نظام تعلیم اور علمی حلقوں کے قائد ہیں۔ آپ مستقبل کے نئے علمی حلقوں، دینی مدارس اور ان میں تعلیم پانے والے نونہالان ملت کے ذہن اور دل و دماغ کا سانچہ گر ہیں جو آپ ہی کے دئے ہوئے نصاب تعلیم میں ڈھل کر تعمیری ترقی کر کے ملی اور قومی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آپ کسی ایک مدرسہ کے نصاب تعلیم کے بارے میں نہیں سوچ رہے بلکہ اس وقت آپ کی حیثیت درحقیقت اس کھیون ہار کی ہے جو ڈوبتی ہوئی نیّا کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے سب کچھ سے بے نیاز ہو کر میدان عمل میں کود آیا ہو۔ آج نہ صرف یہ کہ ملت اسلامیہ اور اہل اسلام عالمی سطح پر ایک صحیح اور جاندار اسلامی اور علمی قیادت سے محروم ہیں بلکہ ملکی اور جماعتی سطح پر بھی اس کا شدید فقدان محسوس کیا جا رہا ہے۔

اگر آپ بہتر نصاب تعلیم کا روشن چراغ لے کر مستقبل کی جاندار علمی و اسلامی قیادت کی تلاش شروع کر دیں تو یقین جانیں کہ آپ کو ہمارے دینی مدارس کے فضلاء اور طلباء میں ایسے باہمت اور باصلاحیت اور صاحب عزیمت افراد ضرور مل جائیں گے جن کے پختہ عزم صحیح فیصلہ اور عظیم حوصلہ سے ملت کی تقدیر بدل سکتی ہے اور ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک طویل علمی رہ نوردی اور تحقیق و جستجو کے بعد آپ حضرات جن نتائج تک پہنچے ہیں۔ اس کا ماحصل، ہمارے دینی مدارس کا نصاب تعلیم قرار پانے والا ہے تو اس لحاظ سے تو آپ ایک نصاب تعلیم نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے نوخیز نونہالوں کا ذہن، عقیدہ اور دل و دماغ تیار کر رہے ہیں۔

قوم نے آپ حضرات پر اعتماد کیا ہے اور نصاب تعلیم جیسی اہم ترین ذمہ داری کا اہل قرار دیا ہے کتنی اور کیسی کیسی توقعات آپ سے وابستہ اور قائم کی گئی ہیں۔

عالم اسلام کے موجودہ دور زوال و انتشار اور لادینیت و مغربیت مادہ پرستی و معدہ پرستی کے عالمگیر سیلاب کے سانحہ پر علماء اسلام کی باالعلوم اور وفاق المدارس کے حالیہ اصلاح نصاب کے اجلاس کے شرکاء کی بالخصوص ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔

نصاب تعلیم میں غور وفکر اور ترامیم و اضافہ کا مطمح نظر مدرسہ کی تعلیم، مدرسہ کے طالب علم کی ذمہ داری، اسباق کی ترتیب، اوقات کا لحاظ، محنت و مطالعہ اور تکرار کے اوقات، دماغ سکون اور دماغ صلاحیتوں کو جلا دینے اور صیقل کرنے والے ذرائع، اکابر و اسلاف کے علوم و معارف سے وابستگی علمی کمالات، امتیاز و اختصاص، صدق و اخلاص کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں اس کا کردار، دنیا کے نقشہ میں اس کی حیثیت اور جان بلب ملت مرحومہ اور مطلق انسانیت کیک لئے اس کی مسیحائی رجال نوازی اور اس کے عظیم علمی و دعوتی مقاصد اور فوائد کی اہمیت ہونا چاہیے۔

مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس سلسلہ میں مزید غور وخوض جاری رکھیں گے۔ تا آں کہ مقصود تک رسائی ہو اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ بندہ عبدالحق غفرلہٗ (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور)

(ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۸۳ء ص ۴۷ تا ۴۹)

مولانا سمیع الحق مدظلہ سفرنامہ مصر (اجمالی رپورٹ)

پچھلے ماہ میرے سفر مصر کی اطلاع چھپی تو قارئین کو روئداد سفر کا اشتیاق ہوا۔ بہت سے احباب نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ یہ سفرنامہ بھی کہیں "سفر چین" کی طرح طاق نسیاں کی نذر نہ ہو جائے مگر سفر سے واپس ہوتے ہی وہی ہجوم اشغال اور متنوع مصروفیات جس میں دلجمعی اور یکسوئی سے کچھ لکھنا مشکل ہو جاتا ہے مجھے خود خطرہ ہے کہ زیادہ وقت گذرا تو اس سفر کے مشاہدات و تاثرات بھی دھندے نہ پڑ جائیں لیکن قارئین کی دعا سے اگر خداوند تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور فضل ایزدی نے نوازا تو بہت جلد ان شاء اللہ اس سفر کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں گے۔

فی الوقت اس سفر کی اجمالی رپورٹ یہ ہے کہ یہ سفر حکومت مصر کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی دعوت پر ہوا۔ پاکستانی مجلس شوریٰ کے سات ارکان اور سیکرٹری پر مشتمل یہ وفد چیئرمین مجلس شوریٰ جناب خواجہ محمد صفدر صاحب کی قیادت میں ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء صبح دس بجے کراچی سے روانہ ہو کر ظہر کے بعد قاہرہ پہنچا، مصری پارلیمنٹ کے چیئرمین جناب ڈاکٹر صبحی عبدالحکیم اور دیگر حضرات کی رہنمائی اور انتظام میں پہلے چار دن قاہرہ میں گذرے جو اہم سرکاری استقبالیہ تقریبات میں شمولیت، قاہرہ کے اسلامی آثار و مساجد، عجائب خانوں، جامع ازہر اور آثار قدیمہ کی سیر و سیاحت، مجلس شوریٰ اور مجلس الشعب (سینیٹ) کے سربراہوں،

مصری وزیر خارجہ شیخ الازہر اور دیگر اہم شخصیات سے اجتماعی اور انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ صدر جمہوریہ مصر سے مذاکرات اور ایسے ہی دیگر بھرپور پروگراموں میں گذرے، مقصد سفر بھی دونوں برادر اسلامی ملکوں کے باہمی روابط اور تعلقات میں استحکام اور ترقی تھا۔ جس کا داعیہ کچھ عرصہ سے مصر نے بھی بڑے شد و مد سے محسوس کیا ہے۔ الحمد للہ ان ایام میں اسلامی رشتہ پر مبنی اخوۃ و اتحاد کے جذبات کا دونوں طرف سے بھرپور اظہار کیا گیا۔

پانچویں دن یعنی ۲ دسمبر ۱۹۸۳ء صبح نور کے تڑکے ہم لوگ بذریعہ طیارہ قاہرہ سے چار پانچ سو میل دور فراعنہ کے شہر الاقصر (جسے انگریزی میں لکسر لکھتے ہیں) گئے، جہاں کی پہاڑیوں میں چار پانچ ہزار سال قبل فراعنہ کے مقبرے دریافت ہوئے اور کئی فراعنہ کی نعشیں برآمد ہوئیں اور جہاں کے فلک پیما ستونوں پر کھڑے دیو ہیکل عبادت خانے اب بھی اپنے بنانے والوں کی عظمتوں کا مذاق اڑاتی اور ان کی عقل و خرد کا ماتم کرتی ہوئی سامان عبرت بنی ہوئی ہیں۔ الاقصر میں ایک دن اور ایک رات ٹھہر کر دوسرے دن صبح جہاز سے اسوان شہر جانا ہوا جو اپنے اندر قدیم اور جدید تاریخ کے کئی اوراق سمیٹے ہوئے ہے اور جس کا عظیم ڈیم موجودہ مصریوں کی اصطلاح میں اہرام جدید ہے۔ یہ تمام دن یہاں گذرا جبکہ عروس تاریخ بڑی تیزی سے اپنے چہرے کے حجاب ایک ایک کر کے سرکاتا رہا اور جب اس نے رات کی سیاہی سے اپنا رخ زیبا ڈھانپ دیا تو ہم لوگ بعد از مغرب دوبارہ قاہرہ کی طرف پرواز کر گئے۔ اب میزبان حکومت نے قاہرہ پہنچتے ہی راتوں رات کاروں کے ذریعہ سکندریہ پہنچانے کا پروگرام بنا رکھا تھا کہ صبح چند گھنٹے سکندریہ کی سیاحت کر کے سیدھا قاہرہ ایئرپورٹ پہنچ کر وفد کی مصر سے مراجعت ہوگی۔ ہمارا ارادہ قاہرہ سے احرام باندھ کر بغرض عمرہ سعودی عرب جانے کا تھا۔ ہفتہ بھر کی شدید تھکاوٹ پھر ایسی رواردی میں یہ اگلا پروگرام ہمارے بس میں نہیں تھا کہ اس کا اثر جدہ پہنچتے ہی عمرہ کے مناسک اور زیارت مدینہ پر پڑ سکتا تھا۔ اس لئے ہماری خواہش پر سکندریہ کا پروگرام ترک کر دیا گیا۔ رات قاہرہ میں رہے اور دوسرے دن یعنی ۴ دسمبر کو پونے چار بجے ہم نے تاریخ انسانی کے مختلف ادوار کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے اس شہر کو خیر باد کہا۔ قاہرہ جو اسلامی عظمتوں کا امین، مسجدوں اور اولیاء کا شہر، اہراموں کی بستی اور اب مسلمانوں کے زوال و ادبار کا مرثیہ خواں ہے خیر مقدم کہنے والے اہم شخصیات بشمول صدر مجلس شوریٰ ڈاکٹر صبحی عبدالحکیم اب الوداع کہنے بھی موجود تھے۔ ☆☆☆

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

انسان کامل افضل الرسل ﷺ کی بعثت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم : أما بعد: فأعوذ باللّٰہمن الشیطن الرجیم ، بسم اللّٰہالرحمن الرحیم، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ O خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ O (العلق ۵۔۱)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھلایا آدمی کو وہ جو نہ جانتا تھا۔"

سامعین کرام !اللہ رب العزت نے ہر دور میں لوگوں کی اصلاح کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا۔اس بعثت کی زنجیر کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پوری ہوگی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، ان کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ مکمل طور پر بند کردیا گیا ہے، اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین وشریعت اور جو کتاب یعنی قرآن مجید دی گئی ہے وہ بھی مکمل اور محفوظ ہے،قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نازل فرمایا۔

ہم آج وحی الٰہی کی حقیقت اور نبوت کے ابتدائی احوال پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور اساس ہے اور ایک مضبوط قانون و دستور ہے، اب سوال یہ ہے کہ صاحب وحی کون ہوگا؟ یا وحی کس پر اترتی ہے تو یاد رہے کہ وحی نبی پر اترتی ہے۔

نبیؑ کی خصوصیت

نبیؑ وہ شخص ہوتا ہے جس کو اللہ جل شانہ نے ایسی خصوصیات سے نوازا ہو جو نبی کو عام لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ان میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوتے ہیں اور اس مکالمۂ الٰہیہ ہی کی ایک صورت وحی ہے۔

وحی کسے کہتے ہیں؟

وحی اور اتحا عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: "مخفی طور پر سرعت کیساتھ کسی بات کا بتادینا۔"

سرعت کا مفہوم یہ ہے کہ ''جو بات وحی کی صورت میں دل میں آئے وہ کسی پیشگی خیالات کی ترتیب کا نتیجہ نہ ہو، بلکہ ایک دم غیب سے اس کا علم ہو جائے۔''

اہل لغت نے اس کے مختلف معنی بیان کئے ہیں: جو مندرجہ ذیل ہیں:

''اشارہ کرنا، لکھ دینا، پیغام دینا، دوسروں سے چھپا کر، کسی سے چپکے چپکے بات کرنا''

گرامی قدر سامعین! دین کے اصطلاح میں وحی سے مراد وہ کلمہ الٰہیہ ہے جو جبرائیل علیہ السلام نبیوں پر لے کر آتے تھے اور اس سلسلے کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی پھر اللہ عزوجل نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر یہ سلسلہ مکمل کر کے ہمشہ کے لئے بند کر دیا، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔''

''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)۔''

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ بھی ہے، کہ وہ دِل سے اس بات کو تسلیم کرے کہ اب قیامت تک کسی اور نبی نے (نبی بن کر) نہیں آنا (اگر چہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، وہ دنیا میں پھر سے تشریف لائیں گے لیکن نبی نہیں بلکہ امتی بن کر آئیں گے) اور جس طرح کہ نبی نے نہیں آنا اسی طرح وحی کا سلسلہ بھی بند رہے گا۔

بعثت سے قبل حضور ﷺ کو حق اور حقیقت کی تلاش

معزز سامعین! منصب نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل بھی آپ ﷺ بت پرستی کو مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ بتوں کی عبادت تو درکنار بلکہ آپ ﷺ اس طرح کے عبادت سے نفرت کرتے تھے اور معبود برحق و اصل حقیقت کے تلاش میں رہتے تھے۔ اسی مقصد کو پانے کے لئے آپ جبل النور جایا کرتے تھے اور وہاں آسمان و زمین، چرند پرند اور انسان و حیوان کو وجود بخشنے والی ذات کی جستجو میں رہتے۔

حضور اقدس ﷺ کا بچپن اور شباب کا زمانہ ایسے سماج میں گزرا جو تمام خرابیوں اور برائیوں کا گڑھ تھا، شرک و بدعت، بت پرستی اور جہالت کی بیماری نے ان کو ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ ہر طرف ظلم و جہالت کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ دین حق سے دوری یہاں تک تھی کہ خانہ کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے تھے، ہر مقصد کے لئے اپنی ہاتھوں سے الگ الگ بت بنا کر سجایا جاتا اور پھر اسی اپنی تخلیق کردہ خالق کی پوجا ہوتی تھی۔

لوگوں کے دل جہالت کی گھٹاؤں میں ایسے گھرے ہوئے تھے، کہ ایک شخص راستے میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ جاتا اور کہتا کہ ہے کوئی جو میرے پاؤں کو راستہ سے ہٹائیں......! اگلا شخص آکر اس کے پاؤں کو کاٹ دیتا اور بولتا کہ میں ہوں ہٹانے والا، اتنی سی بات پر برسوں تک لڑائی اور جھگڑے رہتے تھے۔

میرے عزیزو! ایسے معاشرہ میں میرے نبی ﷺ کی پیدائش ہوئی، بچپن گزرا، جوانی گزری؛ لیکن قدرت نے حضور اقدس ﷺ کو ایسی فطرت سلیمہ عطاء فرمائی تھی کہ آپ ﷺ نے اس ماحول سے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ نے ایک متوازن اور قابل رشک زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ غیر سنجیدہ باتوں، کھیل، تماشے اور راگ رنگ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی سنجیدگی، دیانت، صداقت اور امانت کا چرچا لوگوں میں اتنا عام ہوگیا تھا کہ آپ مکہ میں ''صادق و امین'' جیسے القابات سے مشہور ہو چکے تھے۔ آپ ایسے اندھیروں میں بھی سب سے مختلف، سب سے منتخب اعلیٰ اخلاق، کامل کمالات، ارفع صفات اور تمام خصائل وخوبیوں کے مالک تھے، اسی بنا پر فسادات قتل وغارت اور خانہ جنگی وغیرہ میں آپ ہی کی بات حرف آخر تھی۔

حضور ﷺ کی خلوت نشینی

سامعین کرام! عمر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی طبیعت زیادہ خلوت پسند ہوگئی، قلب یکسوئی کی طرف مائل ہوئی۔ اس خلوت کے لئے آپ ''غار حرا'' تشریف لے جاتے۔ یہ غار مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' سے کچھ آگے پہاڑ ''جبل النور'' پر واقع ہے۔ تنہائی کے عالم میں کئی کئی روز وشب عبادت میں مشغول رہتے، جب سامان خوردونوش ختم ہوجاتا تو گھر تشریف لاکر مزید سامان لے کر دوبارہ چلے جاتے۔

آپ ﷺ غارِ حرا میں کتنا عرصہ رہے؟

بعض اقوال کے مطابق آپ نے غار حرا میں چالیس دن گزارے تھے، بعض کے مطابق رمضان المبارک میں آپ اسی غار میں معتکف تھے۔ اسی دوران آپ کو نبوت کے منصب اعلیٰ سے سرفراز کردیا گیا۔

ظہورِ وحی

آقائے دو جہان ﷺ کو اسی خلوت نشینی اور تنہائی کے زمانہ میں اول تو سچے خواب آنے لگے کہ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے تو بعینہٖ اس کے مطابق وہ واقعہ روز روشن کی طرح سامنے آجاتا۔ جب آپ کی عمر چالیس سال ہوئی اور آپ اپنے معمول کے مطابق غار حرا میں مقیم تھے کہ 610ء کے رمضان المبارک کی ایک رات (اکثر روایات کے مطابق 27 رمضان المبارک کو) دفعۃً حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نمودار ہوکر فرمایا: اقرأ یعنی پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا: ماانا بقاری میں تو پڑھنا نہیں جانتا؛ کیونکہ آپ امّی تھے۔ اس بات پر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی آغوش میں لیا اور پوری قوت سے دبایا کہ آپ کو تکلیف ہونے لگی۔ پھر اس مکالمہ اور معانقہ کا اعادہ ہوا، گویا وحی کے بار وبوجھ اٹھانے کے لئے جن قوتوں کی ضرورت تھی، وہ اللہ کی طرف سے ملکوتی واسطے سے بشری جسم میں پوری طرح سرایت کردی گئی اور تیسری بار کے تکرار کے بعد

سورۂ علق کی پہلی پانچ آیتیں اِقْرَأْ تا مَالَمْ یَعْلَمْ نازل ہوئی۔

نزولِ وحی کے آپ ﷺ پر اثرات

معزز سامعین! آپ ان آیات کو لے کر اس حالت میں گھر تشریف لائے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "زملونی، زملونی" مجھے چادر اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چادر ڈالی، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی غمگسار زوجہ کو پورا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ میری ایسی حالت ہوگئی ہے کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ آپ کو ناکام نہیں ہونے دیں گے؛ کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کرتے ہیں، بے روزگار لوگوں کو کسب پر لگا دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی "ورقہ بن نوفل" کے پاس لے گئیں، جو بت پرستی سے تائب ہوکر نصرانی بن گئے تھے (اس وقت دین حق یہی تھا) پڑھے لکھے آدمی تھے، عربی مادری زبان تھی، عبرانی بھی جانتے تھے، اس وقت بہت بوڑھے ہوچکے تھے، بینائی بھی چلی گئی تھی، حضرت خدیجہؓ نے فرمایا چچازاد بھائی! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنیں، ورقہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے سارا قصہ سنایا، ورقہ نے سنتے ہی کہا یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش! میں آپ کی نبوت کے زمانہ میں قوی ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دیگی۔ آپ ﷺ نے تعجب سے پوچھا او مخرجی ھم کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا بالکل؛ کیونکہ جب بھی کوئی آدمی دین حق لے کر آیا جو آپ لائے ہیں تو ان کی قوم نے اس کو ستایا ہے اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو آپ کی پرزور مدد کروں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نبوت کا باقاعدہ اعلان کیا اور دینِ حق، دین اسلام کی تبلیغ آہستہ آہستہ شروع کردی۔

دعوت وتبلیغ کا آغاز

میرے محترم دوستو! آپ نے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کا مصداق بن کر سب سے پہلے دعوت کا آغاز اپنے گھر سے فرمایا: حضرت خدیجہؓ (جو کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ، صدق وامانت داری ہی سے متاثر ہوکر آپ کے عقد میں آئی تھی) نے آپ کی تصدیق کی۔ پھر آپ ﷺ کے غلام زید بن حارثہؓ دامن نبوت سے وابستہ ہوئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے، تیسرا شخص جو کہ آپ ﷺ کے آغوش رحمت کا مکین ہوا حضرت علیؓ تھے۔

محترم سامعین! یہ تینوں حضرات حضور ﷺ کے گھر سے وابستہ اور آپ ﷺ کے تربیت میں تھے لہٰذا ان کا

ایمان لانا کوئی انہونی نہیں تھی۔ اگلے دن حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ (جو آپ ﷺ کے صغرو شباب کے رفیق باوفا تھے) کو دعوت دی جو کہ انہوں نے لحہ بھر توقف کئے بغیر قبول کی۔ غالبا ابوجہل یا کسی اور مشرک نے آ کر بتایا کہ اے ابوبکر آپ کا ساتھی تو پاگل ہوگیا ہے (نعوذ باللہ) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو اس مشرک نے جواب دیا کہ اس نے تو نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تو ابوبکر نے فرمایا اگر یہ بات جو آپ بتا رہے ہیں یہ محمدؐ کی ہو تو میں بلاتحقیق تصدیق کرتا ہوں، اور آپ کو نبی مانتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ آپ صدیق کہلائے، اور اہل سنت والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ھو أبوبکر الصدیق

اسلامی دعوت میں ابوبکر کا شریک ہونا

حضرت ابوبکرؓ قریش کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے تھے، ان کا وسیع حلقہ احباب تھا۔ شام ہوتے ہوتے آپؓ کے دعوت سے حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عثمانؓ سمیت کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

فترت وحی کا دور اور آپ ﷺ کا اضطراب

وحی الٰہی کے نازل ہونے کے ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر حکمت الٰہی کیوجہ سے وحی آنا بند ہوئی۔ اس دور کو فطرۃ وحی کا زمانہ کہتے ہیں یہ عرصہ تقریباً تین سالوں پر محیط تھا۔ حضور ﷺ پر یہ تین سال بڑے رنج وملال اور اضطراب کی کیفیت میں گذرے اس دور میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر ہی تھے جو آپ کو تسلّی دیا کرتے تھے اور آپ کے حقیقی خیر خواہ اور شریک غم رہے۔

قریشِ مکہ کو دعوت

معزز بزرگان دین! آپ کا طریقہ دعوت اسلوب دعوت او رابتداء دعوت میں بار بار بیان کرچکاہوں کہ آپ نے کس طرح دعوت کا آغاز فرمایا اور علی الاعلان کس طرح شروع کیا کیونکہ ابھی تک حضور ﷺ کو برملا دعوت دینے کا حکم نہیں ملا تھا اب وحی الٰہی اتری:

"وانذر عشیرتك الاقربین"

آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب آخرت) سے خوف زدہ کیجئے۔

آپ ﷺ مکہ سے باہر کے پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے الگ الگ خاندان وقبیلہ کا نام لیکر پکارا، جب سب لوگ جمع ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر میں خبر دوں کہ اس پہاڑی سے آگے آپ کا دشمن ہے جو آپ پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا آپ میری تصدیق کریں گے؟ سب نے بیک زبان ہوکر اعلان کیا: بیشک ہم نے آپ کو بار بار آزمایا ہے آپ

صادق وامین ہے۔آپ نے فرمایا: تم سب اقرار کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ابولہب کی مخالفت

یہ سن کر سارا مجمع میں ہیجان کی کیفیت پیدا ہوئی، سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور تبصرے کرنے لگے اس دوران، ابولہب نے اٹھ کر کہا، تبالك یا محمدا هذا جمعتنا کیا آپ نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔اس کے بعد مجمع منتشر ہوگیا۔خدائے تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف ابولہب کے جواب میں سورۃ اللھب نازل کی۔تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (اللھب: ۵۔۱)

بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء میں اپنوں اور بیگانوں سے کافی تکلیفات اٹھانی پڑی ان کا ذکر انشا اللہ اگلے موقع پر کرنے کی کوشش کروں گا، رب العزت ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی سیرت طیبہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔(جاری ہے)

مولانا سعید الحق جدون*

قرآن اور جدید طریقہ ہائے تدریس
تقابلی مطالعہ

قرآن مجید ایک جامع اور عالمگیر کتاب ہے، انسان نے جس شعبے میں بھی اس سے رہنمائی طلب کی ہے، اس نے ہمیشہ اس کی دستگیری کی ہے اوراس کے بارے میں واضح اشارات دی ہیں، شعبہ تعلیم کی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے، اس لئے قرآن نے اس شعبے کی حد سے بڑھ کر رہنمائی کی ہےاور تعلیم وتدریس کے اسالیب اور اصول وقواعد کو بیان فرمایا ہے، بیسوی صدی میں مغرب نے جدید طریقہ تدریس اور جدید رجحانات کے نام سے جو افکار اور نظریات سامنے لائے ہیں، قرآن چودہ سوسال پہلے انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے۔ آج کے جدید دور میں مغربی دنیا نے جہاں مسلمانوں کے علمی تراث پر قبضہ کرکے اس کو اپنا کارنامہ قرار دیا ہے وہاں تعلیم کے میدان میں تعلیم وتدریس کے اصول وقواعد کے بارے میں مغربی مفکرین کا کہنا ہے، کہ ان اصول اور قواعد کا ایجاد ہمارا کارنامہ ہے، حالانکہ یہ ان کا کارنامہ نہیں ہے، اس کا تصور قرآن نے دیا ہے، اس موضوع پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کرنا چاہیے، ذیل میں ان اسالیب تدریس کو ذکر کیا جاتا ہے، جن کے بارے میں مغربی مفکرینِ تعلیم کا دعوی ہے کہ یہ ہمارا تصور ہے اور اس کو ہم نے متعارف کیا، حالانکہ وہ مغرب کا نہیں بلکہ قرآن کریم کا کارنامہ ہے، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(1) ابتدائی طلبہ کو اسما سے پڑھانے کا تصور

مغربی ماہرینِ تعلیم کا کہنا ہے، کہ بچے کو تعلیم اسما (Nouns) سے شروع کرنا چاہیے، وہ کہتے ہیں، کہ یہ ہمارا تصور ہے،(۱) حالانکہ قرآن نے آج سے صدیوں سال پہلے آدم علیہ السلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تصور ان الفاظ میں پیش کیا ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲)

---

* فاضل دارالعلوم حقانیہ، مدرس جامعہ رحمۃ للعالمین منگل چائی، ٹوپی صوابی

قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے، یہ مغربی مفکرین کا تصور نہیں ہے بلکہ قرآن کا تصور ہے،قرآنی تعلیمات کے مطابق آدم علیہ السلام ابتدائی طالب علم تھے اور اللہ تعالی نے ان کو تمام چیزوں کے اسما سکھائے،مختلف تفاسیر میں کئی چیزوں کے نام گنوائے ہیں،سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علمه اسم كل شيء، حتى البعير والبقرة والشاة (۳)

(2) مادری زبان میں تعلیم کا تصور

اسی طرح مغربی مفکرینِ تعلیم کہتے ہیں کہ بچے کو تعلیم اپنی مادری زبان میں دینی چاہیے،وہ اس کو اپنا ایجاد قرار دیتے ہیں،(۴) حالانکہ قرآن نے واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے،جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دینا مغربی مفکرین کا نظریہ نہیں بلکہ قرآن کا تصور ہے، ارشاد باری تعالی ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ (۵)

(3) تدریس میں اسلوبِ تمثیل

جدید طریقہ تدریس میں تصویر کی اہمیت محتاج بیان نہیں ،ایک عرب ماہر تعلیم کا قول ہے کہ بعض اوقات ایک تصویر ہزار الفاظ سے بڑھ کر موثر ہوتی ہے (۶)،تمثیل بھی دراصل ایک لفظی تصویر ہے اور مجرد حقائق ذہن نشین کرانے میں جادو کا سا اثر رکھتی ہے، تدریس میں مثال دینے کا اسلوب نہایت موثر ہے اسلئے قرآن نے بھی کائنات کے مخفی حقائق لوگوں کے دل و دماغ میں اتارنے کیلئے اس اسلوب کو نہایت کثرت سے استعمال کیا ہے۔مثلا یہود کے علما جن کے پاس معلومات تو بہت زیادہ تھیں،لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے،قرآن نے کس قدر خوبصورت اور عمدہ تمثیل سے اس کی وضاحت کی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ (۶)

ان لوگوں کا حال جن پر تورات لا دی گئی پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے اس گدھے کی طرح ہے جو دفتروں کو اٹھائے ہوئے ہو۔بری ہے اس قوم کی مثال جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔

(4) تدریجی اسلوب

یہ وہ زبردست اصول ہے جو مشکل سے مشکل کام کو آسان بنا دیتا ہے ہمارے اصول تعلیم میں اس کو آسان سے مشکل یا مجمل سے مفصل کی طرف اقدام کا نام دیا گیا ہے۔تعلیم و تربیت کیلئے قرآن کے اصولِ تدریج کی بہترین مثال حرمت شراب کا حکم ہے،جو تدریجی ہے۔سب سے پہلے جو حکم نازل ہوا وہ یہ

تھا کہ شراب فائدے کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں، گویا شراب ایک ناپسندیدہ چیز قرار دیا گیا، کچھ عرصہ بعد دوسرا حکم نازل ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے، چنانچہ بہت سے سلیم الطبع حضرات اس سے کنارہ کش ہوگئے [۸] اور جب انسان عقلا وطبعا حرمت شراب کا حکم سننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہوگئے تو ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [۹]

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جو یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان قرآنی حقائق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طلبا کو تدریجی حیثیت سے تدریس کرنا چاہیے، آسان سے مشکل اور مجمل سے مفصل کی طرف آہستہ آہستہ گامزن ہونا تدریسی اصول ہے، یک دم مشکل مباحث شروع کرنا فائدے کے بجائے نقصان کا باعث بنتا ہے، اسلئے اس قرآنی طریقہ تدریس کو عملا نافذ کرنا چاہیے۔

(5) تدریس بذریعہ پریکٹیکل

قرآن کریم نے تدریس کے حوالے سے جن طریقوں کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک تجرباتی طریقہ کار ہے، تجربے کی بنیاد پر تدریس بہت زیادہ تاثیر کن ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [۱۰]

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب، مجھ کو دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ نے کہا، کیا تم نے یقین نہیں کیا۔ ابراہیم نے کہا کیوں نہیں، مگر اس لئے کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا، تم چار پرندے لو اور ان کو اپنے سے ہلالو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پہاڑی پر رکھ دو، پھر ان کو بلا۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو تعلیم ہوئی وہ تجربے کی بنیاد پر حاصل ہوئی، ابراہیم علیہ السلام یہ پسند کرتے تھے کہ میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر عملی طور پر مطمئن ہو

جاؤں، حالانکہ ان کی علمِ یقین حاصل ہورہا تھا، نظر سے یقین ہوجانے کے بعد انسان عقلی اور قلبی طور پر ماننے کو تیار ہوتا ہے، لیکن ابراھیم علیہ السلام نے تجربے کا مطالبہ کیا، چنانچہ جب اللہ تعالی نے ان کو دکھایا تو وہ عملی طور پر مطمئن ہوئے۔اسی طرح قصہ ہابیل وقابیل میں بھی پریکٹکلی تدریس کوقرآن نے بیان کیا ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ [11]

قرآن نے یہ واقعہ پیش کرکے تعلیمی تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی،اسی غرض سے سے دو کوئے بھیج دیئے، جس سے ہابیل نے تعلیم حاصل کرکے اپنے بھائی کی نعش کو دفن کیا،جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ پریکٹیکل اور تجربے کی بنیاد پر پڑھانا ایک موثر طریق تدریس ہے۔[12]

(6) تدریس کا اسلوبِ تحسین

تحسین کے معنی ہیں کہ کام کو سراہنا اور اسے داد دینا۔استاد کو شاگرد کے کسی کام کرنے پر شاباش اور داد دینا انتہائی مفید ہے،چھوٹی سی داد اور تحسین پر مشتمل جملہ طالب علم کیلئے ایک متاع گراں سرمایہ ہوتا ہے۔جدید تعلیمی نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اچھے کام یا درست جواب دینے پر طالب علم کو داد دینے سے نہ صرف یہ کہ اس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے بلکہ آئندہ کیلئے اس میں لگن اور شوق پیدا ہوتا ہے۔دوسرے طلبا بھی اس حالت کو دیکھ کر مقام حاصل کرنے کیلئے محنت ومشقت شروع کردیتے ہیں۔[13]

قرآن کریم نے بھی اسی اسلوب کی حوصلہ افزائی کی ہے، حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی، قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صدقِ نیت، وفاداری اور صبر واستقامت کو دیکھ کر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ ان کو داد بھی دی اور اللہ تعالی نے اس معاملہ میں ان کو ثابت قدمی بھی نصیب فرمائی [14] ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا [15]

بے شک اللہ تعالی خوش ہوا ان مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کررہے تھے،درخت کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا سو اللہ تعالی نے اس پر اطمینان نازل کردیا اور ان کو ایک قریبی فتح بھی عطا کردی۔

(7) تشویقی طریقہ تدریس

تشویق کے معنی ہیں شوق پیدا کرنا، جدید طریقہ تعلیم میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ سبق پیش کرنے سے پہلے ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ طلبا میں نئی بات سننے اور اخذ کرنے کا شوق پیدا ہو، اس سے ان میں قبولیت کی استعداد کئی گنا ہو جاتی ہے، قرآن کریم اس اصول کی عملا رہنمائی کرتا ہے، وہ ہمیں جگہ جگہ اس اسلوب سے کام لیتا نظر آتا ہے مثلا اہل ایمان کو جہاد کا شوق دلانا مقصود ہے اس سلسلے میں کتاب اللہ کا انداز تشویق ملاحظہ ہو۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ [۱۶]

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی سوداگری بتادوں جو تمہیں عذاب دردناک سے بچالے، وہ یہ کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنا مال اور جان سے جہاد کرو۔

(8) طریقہ سوال وجواب

اسلام نے تعلیم کے صحیح منہج کو پیش کرتے ہوئے اس کے حصول کے طریقوں کی وضاحت کی ہے، ان میں سے ایک سوال وجواب کا طریقہ ہے۔ طالب علم کو سوال کرنے کا تصور قرآن نے پیش کیا ہے

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [۱۷]

یعنی تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

تعلیم وتعلم میں جدید نظریات کے مطابق سوال جو اہمیت دیا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ قرآن کریم نے بھی اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مخاطبین کو سوالات کرنے کی ترغیب دیا ہے، اسی طرح قرآن مجید کے متعدد احکام سوالوں کے جواب میں نازل ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ .... آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۲) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ .... آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۳) يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ .... آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۴) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ .... آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قرآن کریم نے فضول اور لایعنی قسم کے سوالات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، یعنی جن سوالات کا

عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو، قرآن نے مسلمانوں کو ان سوالات سے روکا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تدریس میں اس طریقے کو استعمال کرتے تھے وہ اس طریقے کی ترویج کے لئے اپنے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ،ان کی طلبہ کی علمی صلاحیت معلوم کرتے تھے، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، ابراہیم النخعی اور علقمہ بھی اسی تدریس انداز کو استعمال فرماتے تھے (۱۹) مسلمان مفکرین تعلیم نے تدریس میں طریقہ سوال وجواب کی اطلاق کو مضبوط کرنے کی نہایت کوشش کی ہے، علی بن محمد الماوردیؒ نے تدریس میں سوال کو "نصف علم" قرار دیا ہے، (۲۰) بدرالدین بن جماعہؒ نے اساتذہ کو یہ دعوت دی ہے کہ جب وہ لیکچر سے فارغ ہو جائیں تو سوال وجواب کا سلسلہ شروع کرے (۲۱) ابن قیم الجوزیؒ نے تدریس میں سوال وجواب پر بہت زور دیا ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ اکثر اوقات تعلیم وتعلم میں حیا حائل بن جاتی ہے جس کی وجہ سے طالب علم سوال نہیں کرتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے (۲۲) عبدالرحمٰن بن خلدونؒ نے مکالمہ اور سوال وجواب کے اسلوب پر تدریس کرنے کا اہتمام کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ طریقہ ہائے تدریس میں سب سے آسان طریقہ مکالماتی طریقہ تدریس ہے۔ (۲۳)

(9) قصہ گوئی

انسانی نفسیات کا خاصہ ہے کہ وہ دلچسپ حکایات ،عبرت انگیز واقعات کی طرف بہت جلد راغب ہوجاتا ہے، یہ ایک مسلم حقیقت ہے اور حکما نے اس حقیقت کو مانا ہے بلکہ یہ حقیقت اللہ تعالی کی نگاہ سے کسی طرح اوجھل رہ سکتی ہے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس اسلوب سے بھی خوب کام لیا ہے،اور انہی واقعات کو عبرت اور نصیحت کا ذریعہ قرار دیا ہے، بدر کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد قرآن نے اس بات کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ (۲۴)

اجتماعی اصلاح کیلئے قوم نوح ،قوم ثمود،قوم عاد،قوم لوط،اصحاب الائکہ اور بنی اسرائیل کے عبرت انگریز واقعات بار بار ذکر کئے ہیں، اسی طرح یوسف علیہ السلام، اصحاب کہف، ذوالقرنین، حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ دیگر کئی انبیاء کے واقعات قرآن نے بطور نصیحت ذکر کی ہیں تاکہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔

قرآن کریم نے تدریس کے جتنے اسالیب بیان کی ہیں، ان میں سے ہر ایک اسلوب کے بے شمار فوائد ہیں، اس اسلوب کے فوائد میں سے ایک یہ ہے، کہ اس میں طلبہ پیریڈ میں دلچسپی سے کام کرتے

ہیں،اور تاریخی واقعات اور سبق آموز قصوں سے طلبا میں احساس بیدار ہوتی ہے۔

(10) حلِ اشکالات کا اسلوب

لیکچر کے دوران اشکالات کو حل کرنے کا اسلوب قرآن نے بیان کیا، مغربی مفکرینِ تعلیم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہمارا ایجاد ہے، حالانکہ قرآن کو اس میں سبقت حاصل ہے، قصہ موسیٰ وخضر میں اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ سے اشکالات کا جواب ہے۔لہٰذا اگر کہیں شاگردوں کو استاد کے بارے میں یا کسی مسئلے کے بارے میں اشکال ہو تو اس کو حل کرنا چاہیئے [۲۵] اگر طالب علم کو کسی مسئلے میں اشکال ہو تو استاد سے پوچھنے میں نہ شرمائے بلکہ ادب کے ساتھ سوال کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا:

نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين [۲۶]

اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا ان کو نہیں روکتی۔

عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے، کہ زیادہ پوچھنے والا نہیں جانتا ہے،اور جو لوگ پوچھتے نہیں، ان کے بارے لوگ کہتے ہیں، کہ یہ لوگ خبردار ہیں، شاعر نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے:

وليس العمى طول السوال وانما تمام العمى طول السكوت [۲۷]

زیادہ پوچھنے والا اندھا نہیں ہوتا ،اندھا تو وہ شخص ہے جو لمبا خاموش رہتا ہے

(11) تدریس کا اسلوبِ دعوت فکر وتدبر

تعلیم محض رٹا لگانے کا نام نہیں بلکہ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ متعلم کی سوچ اور فکر کی ایسی انداز میں تربیت کی جائے کہ وہ ذاتی تجربات سے کسی چیز کا تجزیہ کرسکے۔اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔قرآن کی تعلیمات میں بار بار تدبر اور تفکر کی دعوت ملتی ہے، کبھی کبھی تدبر فی القرآن مثلاً

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا [۲۸]

کیا یہ لوگ قرآن میں سوچ نہیں کرتے ہیں۔

کبھی تفکر فی الایات الکونیہ مثلاً

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ [۲۹]

ان جیسی آیتوں سے قرآن اپنے مخاطب کو تحقیق وتجسس پر ابھارتا ہے تاکہ وہ اندھی تقلید کے بجائے تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

(12) تدریس میں اسلوبِ تکرار

علمی پختگی میں تکرار کی اہمیت واضح ہے، مشہور قول ہے الكلام إذا تكرر تقرّر [۳۰] جب کسی

بات کی تکرار بار بار ہوتی ہے تو وہ پختہ ہوجاتی ہے۔کند ذہن طالب علموں کیلئے تکرار کا طریقہ انتہائی مفید ہے اس لئے قرآن نے عملاً یہ اصول اختیار کیا ہے۔آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ قرآن مجید میں سات بار مذکور ہے،اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بے شمار جگہوں پر مذکور ہے،خود قرآن کا بیان ہے:

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (۳۱)

ہم نے اس قرآن میں (ہر قسم کے مضامین) طرح طرح بیان کیا،تا کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

(13) اسلوبِ مناقشہ

تدریس میں مباحثے اور مکالمے کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہا،حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد ہے رایت ملاحاۃالرجال تلقیحالالبابھم (۳۲)میری رائے ہے کہ آدمیوں کا باہمی مباحثہ ان کی عقلوں کی بارآوری کا ذریعہ ہے،مباحثے Discussionsاور مکالمے ومذاکرے تعلیم تدریس کا لازمی حصہ ہے اس کے بغیر اہل علم میں اجتہاد اور تفقہ کا ملکہ اور خود سوچنے اور غور کرنے کی عادت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقے کی تابعداری کی (۳۳)،ارشاد باری تعالی ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (۳۴)

خلاصہ

قرآن کریم سے جو طرق تدریس(Teaching Methods)ثابت ہوتے ہیں ان میں چند پر روشنی ڈالی گئی اگر تمام طرق تدریس پر تحقیق کی جائے اور ان کو لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب بنے گی،اس لئے اختصار کی خاطر ان چند طریقوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ان جیسے دیگر قرآنی اسالیبِ تدریس کو آج کے دور میں جدید طرق تدریس (New Teaching methods) کا نام دیا جاتا ہے۔مغرب کا دعوی ہے کہ یہ اسالیب ہم نے ایجاد کئے ہیں اور یہ ہمارا کارنامہ ہے حالانکہ قرآن کریم نے کئی قرن پیشتر انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بیسوی صدی میں مغرب نے جدید رجحانات کے نام پر جو افکار ونظریات سامنے لایا ہے اگر ان پر ریسرچ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن نے چودہ سو سال قبل یہ حقائق پیش کی ہیں اس لئے اس سلسلے میں قرآن کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

حواشی

(1) Learning strats from the first day, Jennie lindon, page:2, British Association Education Babies

(۲) البقرۃ :31

(۳) (تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری، مؤسسة الرسالة، ط:الاولی ۲۰۰۰ م ج۱،ص۴۸۳)

(٤) Early Education, British Association for Early childhood Education,p20

(٥) ابراهیم 4

(٦) منهج التربیة الإسلامیة ، محمد بن قطب بن إبراهیم، دار الشروق،ط: 16،ج:1،ص: 235

(۷) الجمعة :5

(۸) تفسیر الطبری،محمد بن جریر الطبری (المتوفی: 310ه)، مؤسسة الرسالة، ط: الأولی، 2000م، ج:10،ص: 566

(۹) المائدة:90 (۱۰) البقرة: 260 (۱۱) المائده: 30، 31

(۱۲) مناهج التربیة أسسها وتطبیقاتها ,علی أحمد مدکور،دار الفکر العربی1421ه ،ص:345

(۱۳) Islamic system of education, S,M Shahid, majeed book Lahore2011, page: 321

(١٤) تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری(المتوفی: 310ه،مؤسس الرسالة، ط: الولی، 2000م، ج:22،ص: 228

(١٥) الفتح:18 (١٦) الصف:10۔ 11 (۱۷) النحل: 43

(۱۸) المائدة :101

(۱۹) ابن عبد البر: جامع بیان العلم وفضله: 140-1/139، تحقیق: عبد الرحمن محمد عثمان، الطبع الثانی.

(۲۰) ماجد عرسان الکیلانی: تطور مفهوم النظریة التربویة السلامیة؛ الطبع الثالث: ص: 4-1س، ن

(۲۱) بدر الدین ابن جماعه: تذکرة السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم: ص:199-197،

(۲۲) ابن قیم الجوزیة: العلم فضله وشرفه؛ ص:.228

(۲۳) عبد الرحمن ابن خلدون: مقدمه ابن خلدون؛ ص:431

(٢٤) آل عمران13

(۲۵) عمادالدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر ، تفسیر ابن کثیر ج/ ٤ ص ۸۹۔ دارالفکر مصر سن طباعت نامعلوم

(٢٦) ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمة ،صحیح ابن خزیمة باب باب غسل المرأة من الجنابة، رقم الحدیث: 248

(۲۷) ابن جماعه الکنانی،تذکرةالسامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص:۸۵، بیت العلم کراچی۲۰۰۲

(۲۸) محمد 24 (۲۹) الروم 8

(۳۰) الموسوعة القرآنیة، ابراهیم بن اسماعیل الأبیاری ، مؤسسة سجل العرب،الطبعة: 1405ه (2/ 236)

(۳۱) السرا : ۸۹

(۳۲) یوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر،جامع بیان العلم وفضله، ج:2،ص:108،مطبعه الموسوعات العربیه،1320ه

(۳۳) تربیة القرآن یا ولدی ، محمود محمد غریب مطبعة الشعب ،بغداد،ط: الاولی 980م (ص: 58) مناهج التربیة سسها وتطبیقاتها ,علی احمد مدکور ,دار الفکر العربی1421ه ،ص:341

(۳٤) النحل: 125

(قسط۱۸) حضرت مولانا نور محمد ثاقب*

اُصولِ حدیث

علمِ اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی تالیفات وتصنیفات

بندہ نے پچھلی قسطوں میں علم اُصولِ حدیث میں ہمارے علماء احناف کی آٹھ سو (۸۰۰) کتابوں کا تذکرہ کیا تھا۔ اَب اِس علم میں اُن کی دیگر کتابیں (مصنفین کی تواریخِ وفات کی ترتیب پر) ذکر کی جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۸۰۱۔ "الشُّمس المُنیرة من الصِّحاح المأثورة" تألیف الشّیخ الامام المحدّث الفقیه اللّغوی أبی الفضائل رضیّ الدّین الحسن بن محمّد بن الحسن بن حیدر بن علیّ القرشیّ العَدَویّ العُمریّ الصّغانی، الحنفی، المولود بِمدینة لاهور یوم الخمیس، العاشر من صفر سنة ۵۷۷ھ، المتوفّٰی بِبغداد لیلة الجمعة، التّاسع عشر من شعبان سنة ۶۵۰ھ.

۸۰۲۔ "مَشْیَخَةُ القُونَوِی" لِلشّیخ المحدّث المُسنِد علاء الدّین علیّ بن محمود بن حمیدالدّین القونویّ الدّمشقیّ الحنفی، المولود سنة ۶۶۹ھ، المتوفّٰی سنة ۷۴۹ھ۔

۸۰۳۔ "تخریج أحادیث "الکشّاف" لِلزّمخشری" (فی أربع مُجلّدات) تألیف الشّیخ الامام الحافظ المحدّث الأصولی جمال الدّین أبی محمّد عبدالله بن یوسف بن محمّد الزّیلعیّ الحنفی، المتوفّٰی بِالقاهرة فی المحرّم سنة ۷۶۲ھ۔

(یہ کتاب "دارابن خزیمہ" ریاض، سعودی عرب سے ۱۴۱۴ ہجری میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۰۴۔ "ترجمان الزّمان فی تراجم الأعیان" (مرتّبٌ علی الحروف) تألیف الشّیخ الأدیب الفقیه مؤرّخ الدّیار المصریّة فی وقتهٖ صارم الدّین ابراهیم بن محمّد بن أیدمر بن دُقْماق المصریّ القاهریّ الحنفی، المولود سنة ۷۵۰ھ، المتوفّٰی بِالقاهرة فی ذی الحجّة سنة ۸۰۹ھ.

---

* سابق قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سپریم کورٹ آف افغانستان، وسابق رئیس دارالافتاء المرکزیہ افغانستان

۸۰۵۔ " الدّرّ المنضد فی وفیّات أعیان أمّة محمّد " تألیف الشّیخ الأدیب الفقیه مؤرّخ الدّیار المصریّة فی وقتهِ صارم الدّین ابراهیم بن محمّد بن أیدمر بن دُقْماق المصریّ القاهریّ الحنفی ، المولود سنة ۷۵۰ھ ، المتوفّٰی بِالقاهرة فی ذی الحجّة سنة ۸۰۹ھ.

۸۰۶۔ " حدائق الأزهار شرح مشارق الأنوار " (شرح مشارق الأنوار النبویّة من صحاح الأخبار المصطفویّة لِلصّغانی) تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه الأصولیّ النّحوی وجیه الدّین عمر بن عبدالمحسن اللّخمیّ الأرْزَنْجانیّ الحنفی ، فَرَغَ من تألیف هذا الکتاب سنة ۸۷۱ھ.

۸۰۷۔ " تخریج أحادیث " الشّفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " لِلقاضی عیاض " تألیف الامام المحدّث الحافظ الفقیه الأصولی المؤرّخ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطْلُوبُغا الجَمَالیّ المصریّ الحنفی ، المولود بِالقاهرة فی المحرّم سنة ۸۰۲ھ ، المتوفّٰی بها لیلة الخمیس ، الرّابع من ربیع الأوّل و قیل من ربیع الثّانی سنة ۸۷۹ھ.

۸۰۸۔ " قدح الفکر الرّجیح فی مُبْهَماتِ جامع البخاریّ الصّحیح " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرهِ شمس الدّین أبی عبدالله محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۰۹۔ " نزهة النّظر فی أسباب الأثر " (و هی نظیر أسباب نزول القرآن) تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرهِ شمس الدّین أبی عبدالله محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۱۰۔ " الأرائك فی بیان رُواة الموطّأ عن مالك " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرهِ شمس الدّین أبی عبدالله محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۱۱۔ " الحرابة فی أسماء المختلف فیهم من الصّحابة " تألیف الشّیخ العلّامة مُسْنِد الشّام فی عصرهِ شمس الدّین أبی عبدالله محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی

الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۱۲ـ " التّاج الثّمین فی أسماء المدلِّسین " تألیف الشّیخ العلّامة مُسنِد الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۱۳ـ " رسالة فی وضّاعی الحدیث " تألیف الشّیخ العلّامة مُسنِد الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علیّ بن طُولون الدّمشقیّ الصّالحیّ الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشر من جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ.

۸۱۴ـ " تلخیص تنزیه الشّریعة عن الأحادیث الموضوعة " تألیف الشّیخ العالِم الکبیر المحدّث الفقیه رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن ابراهیم العمریّ السّندیّ الحنفی ، المهاجر المدنی ، المتوفّٰی لِثمانٍ خلون من محرّم سنة ۹۹۴ھ.

۸۱۵ـ " شرح أسماء رجال البخاری " تألیف الشّیخ العلّامة عبدالحق بن سیف الدّین بن سعداللّٰه ، المحدّث الدّهلویّ الحنفی ، المتخلّص بِحقی ، المولود فی المحرّم سنة ۹۵۸ھ ، المتوفّٰی فی الثّالث و العشرین من ربیع الأوّل سنة ۱۰۵۲ھ.

۸۱۶ـ " فتح المنّان فی تأیید مذهب النّعمان " (کتابٌ ضَخمٌ فی الفقه بِالحدیث) تألیف الامام العلّامة عبدالحق بن سیف الدّین بن سعداللّٰه ، المحدّث الدّهلویّ الحنفی، المتخلّص بِحقی ، المولود فی المحرّم سنة ۹۵۸ھ ، المتوفّٰی فی الثّالث و العشرین من ربیع الأوّل سنة ۱۰۵۲ھ.

۸۱۷ـ " ثَبَتُ الرَّملی " لِشیخ الاسلام المفسّر المحدّث الفقیه اللّغویّ الصّرفیّ النّحویّ البیانیّ العروضیّ المعمّر خیر الدّین بن أحمد بن نورالدّین علیّ بن زین الدّین بن عبدالوهّاب الأیّوبیّ العلیمیّ الفاروقیّ الرَّملیّ الحنفی ، شیخ الحنفیّة و صاحب الفتاوی السّائرة ، المولود سنة ۹۹۳ھ، المتوفّٰی سنة ۱۰۸۱ھ.

۸۱۸ـ . " رسالة فی اثبات أنّ مذهب الحنفیّة أبعد عن الرّأی من مذهب الشّافعیّة علٰی خلاف ما اشتهر " تألیف الشّیخ العالِم الکبیر العلّامة القاضی محبّ اللّٰه بن عبدالشّکور العثمانیّ الصّدیقیّ البِهاریّ الحنفی ، أحد الأذکیاء المشهورین فی الآفاق ، صاحب سلّم العلوم و مسلّم الثّبوت ، المولود فی " کڑَا " قریة من أعمال " محب علی پور " من أرض " بِهار " الهند ، سنة

... ، المتوفّٰی سنة ۱۱۱۹ھ.

۸۱۹۔ " أطراف البخاری " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الفقیه نورالدّین أبی الحسن الکبیر محمّد بن عبدالهادی السّندی ثمّ المدنیّ الحنفی ، مُحَشّیّ الکتب السّتّة و غیرها ، المتوفّٰی بِالمدینة المنوّرة فی الثّانی عشر من شوّال سنة ۱۱۳۸ھ.

۸۲۰۔ " التّنکیت و الافادة فی تخریج أحادیث خاتمة سفر السّعادة " تألیف الامام المحدّث المُسنِد شمس الدّین أبی عبدالله محمّد بن حسن الحنفی ، المعروف بِابن هِمّات زاده الدّمشقی ، التُّرکمانیّ الأصل ، الشّامیّ المولد ، ثمّ المصری ، المولود بِدمشق سنة ۱۰۹۱ھ ، المتوفّٰی بِالقاهرة سنة ۱۱۷۵ھ. *(یہ کتاب "دارالمأمون للتراث " دمشق ، شام سے ۱۴۰۷ ہجری میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)*

۸۲۱۔ " السُّنّة النبویّة بین أهل الحدیث و أهل الفقه " لِلشّیخ الامام الشّاه ولیّ الله أحمد بن عبدالرّحیم بن وجیه الدّین ، المحدّث الدّهلویّ الحنفی ، المولود یوم الأربعاء ، الرّابع عشر من شوّال سنة ۱۱۱٤ھ ، المتوفّٰی بِمدینة دهلی یوم السّبت سلخ شهرالله المحرّم سنة ۱۱۷٦ھ. *(یہ کتاب مولانا محمد بشیر صاحب نے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" کے مقدمہ اور مبحث سابع سے منتخب کرکے مرتب کیا ہے ، اور پہلی بار " دارالعلم " آب پارہ مارکیٹ ، اسلام آباد سے جمادی الآخرۃ ۱۴۲۲ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)*

۸۲۲. " ثَبَتُ المَرْوِیّات و أسماء الشّیوخ " لِلشّیخ الامام المحدّث الفقیه محمّد بن محمّد التَّافِلا تیّ المغربیّ الأزهریّ الخلوتیّ المالکی ثمّ الحنفی ، مفتیّ الحنفیّة بِالقدس الشّریف ، المولود بِالمغرب الأقصٰی سنة ... ، المتوفّٰی بِبیت المقدس فی ذی القعدة سنة ۱۱۹۱ھ.

۸۲۳. " الحبل المتین فی شرح الأربعین " (شرح أربعین ثُنائیًا فی الحدیث) تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه أستاذ الأساتذة عبدالباسط بن رُستم علی بن أصغر علیّ الصّدّیقیّ القنّوجیّ الهندیّ الحنفی ، المولود بِقنّوج سنة ۱۱۵۹ھ ، المتوفّٰی بِها فی الثّانی من ربیع الآخر سنة ۱۲۲۳ھ. *(یہ کتاب مولف رحمہ اللہ کی اپنی دوسری کتاب* أربعون ثنائیاً فی الحدیث *کی شرح ہے جوکہ اُصولِ حدیث کے اِس سلسلۂ تالیفات میں شمارہ نمبر ۳۲۱ پر گزر چکی ہے۔)*

۸۲۴۔ " مجموعة اجازات عبدالملك القلعی " لِلشّیخ المحدّث الفقیه مفتیّ مکّة و عالِمها عبدالملك بن عبدالمنعم بن تاج الدّین محمّد بن عبدالمحسن بن سالم القلعیّ المکّیّ

الحنفی، المتوفّٰی سنة ۱۲۲۸ھ.

۸۲۵۔ " ثَبَتُ المَرْوِیّات و أسماء الشّیوخ " لِلشّیخ العلّامة الفهّامة المحدّث المتفنّن المفتی عبداللّطیف بن الشّیخ المفتی علیّ فتح اللّٰه البیروتی الحنفی ، المتوفّٰی سنة ۱۲۶۰ھ.

۸۲۶۔ " تحفة الأخیار بِاحیاء سنّة سیّد الأبرار " تألیف الشّیخ العلّامة أبی الحسنات مولانا محمّد عبدالحیّ بن مولانا محمّد عبدالحلیم بن أمین اللّٰه الأنصاریّ اللّکنویّ الحنفی ، المولود سنة ۱۲۶۴ھ، المتوفّٰی سنة ۱۳۰۴ھ. (یہ کتاب مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، شام سے پہلی بار ۱۴۱۲ھجری میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۲۷۔ " مختصر الجرح و التّعدیل " تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه نابغة الشّام و مفتیها السیّد محمود بن السیّد محمّد نسیب ، الشّهیر بِابن حمزة ، الدّمشقی ، الحنفی ، المولود بِدمشق سنة ۱۲۳۴ھ و قیل سنة ۱۲۳۶ھ ، المتوفّٰی بها فی التّاسع من محرّم سنة ۱۳۰۵ھ.

۸۲۸۔ " صحیح الأخبار عن التّنقیح و ردّ المحتار " تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه نابغة الشّام و مفتیها السیّد محمود بن السیّد محمّد نسیب ، الشّهیر بِابن حمزة ، الدّمشقی ، الحنفی ، المولود بِدمشق سنة ۱۲۳۴ھ و قیل سنة ۱۲۳۶ھ ، المتوفّٰی بها فی التّاسع من محرّم سنة ۱۳۰۵ھ.

۸۲۹۔ " لطائف الرّاغبین ، فی أصول الحدیث و الکلام و الدّین " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث مُسنِد بلاد الشّام الفقیه الزّاهد المعمّر أبی المحاسن السّیّد محمّد بن خلیل بن ابراهیم بن محمّد بن علیّ بن محمّد المَشِیشِیّ الطّرابلسی (طرابلس الشّام) الحنفی ، الشّهیر بِالقَاوَقْجِی ، المولود سنة ۱۲۲۲ھ و قیل سنة ۱۲۲۴ھ ، المتوفّٰی بِمکّة لیلة الأربعاء، السّابع من ذی الحجّة سنة ۱۳۰۵ھ.

۸۳۰۔ " النِّبراس " ثَبَتُ المفسّر المحدّث الفقیه مفتیّ الحنفیّة بِمکّة الشّیخ عبّاس بن جعفر بن عبّاس بن محمّد صدّیق ، الصدّیقیّ الفَتَّنِیّ أصلًا المکّیّ وطنًا ، الحنفی ، المولود بِمکّة سنة ۱۲۴۱ھ ، المتوفّٰی سنة ۱۳۲۰ھ.

۸۳۱۔ " ارشاد المرغاد الٰی مسلک حجّة أخبار الآحاد " تألیف الشّیخ المحدّث الفاضل مولانا وکیل أحمد بن قلندر حسین بن محمّد وسیم بن محمّد عطاء اللّٰه العمریّ السّکندرپوریّ الحنفی ، أحد العلماء المشهورین ، المولود بِقریة دلپت پور من أعمال سارن ،

لِتسعٍ خلون من ذی الحجّة سنة ۱۲۵۸ھ ، المتوفّٰی سنة ۱۳۲۲ھ

۸۳۲ـ " تذکرة علماء الهند " (بِالفارسیّة) تألیف الشّیخ الفاضل المؤرّخ مولانا رحمان علیّ بن شیر علیّ الصّدیقیّ النّاروی الحنفی ، أحد العلماء المشهورین ، المولود یوم الجمعة لِلَیلتین خَلَتا من ذی الحجّة سنة ۱۲۴۴ھ ، المتوفّٰی سنة ۱۳۲۵ھ .

۸۳۳ـ " مفاتیح کنوز الاسلام " (أسانید المؤلّف فی کتب الحدیث و التّفسیر و الفقه و الأخبار و الرّجال) لِلشّیخ المحدّث المؤرّخ القاضی صدر الدّین عبدالقادر بن عبداللّٰه بن عبدالقادر بن عبداللّٰه بن حسن ، الکَنغَراویّ الأصل ، الإستانبولی ، الحنفی ، المولود بِالآستانة حوالیّ سنة ۱۲۷۸ھ ، المتوفّٰی بها فی شهر رمضان سنة ۱۳۴۹ھ .

۸۳۴ـ " الفتح المبین فی أسانید تاج الدّین " (فی خمس کراریس) لِلشّیخ المحدّث المُسنِد المجد تاج الدّین بن عبدالوهّاب بن شمس الدّین العظیم آبادیّ الحنفی ، المولود فی عظیم آباد سنة ۱۲۸۹ھ ، المتوفّٰی بِجبل لبنان عند مرورهٖ الٰی بیروت سنة ۱۳۵۲ھ .

۸۳۵ـ " نور الأمّة بِتخریج أحادیث کشف الغُمّة " (فی ستّة مُجلّداتٍ ضِخام) تألیف الشّیخ العلّامة ، المُسنِد ، الرّاویة ، المؤرّخ ، البحّاثة ، النّسابة أبی الفیض و أبی الاسعاد عبدالسّتّار بن عبدالوهّاب بن خُدایار بن عظیم حُسَین یار بن أحمد یار ، المبارکشاهوی ، البکریّ الصّدّیقی ، الهندیّ الدّهلوی ثمّ المکّی ، الحنفی ، المولود بِمکّة المکرّمة فی الخامس و العشرین من ذی القعدة سنة ۱۲۸۶ھ ، المتوفّٰی بها سنة ۱۳۵۵ھ ، دفین المعلا

۸۳۶ـ " الکوکب النّهاری علٰی مقدّمة صحیح البخاری " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الفقیه عزیّ بن علیّ بن عبداللّٰه بن محمّد عیسی بن عبداللّٰه المیمنیّ الحدیدیّ الیمانیّ الحنفی ، صاحب المؤلّفات العدیدة ، و الأبحاث السّدیدة ، المولود فی مدینة بیت الفقیه سنة ۱۲۹۸ھ ، المتوفّٰی فی ذی القعدة سنة ۱۳۶۹ھ ، المدفون بِمقبرة الزّیلعی بِبیت الفقیه .

۸۳۷ـ " الغیث الجاری علٰی خاتمة البخاری " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الفقیه عزیّ بن علیّ بن عبداللّٰه بن محمّد عیسی بن عبداللّٰه المیمنی الحدیدی الیمانی الحنفی ، صاحب المؤلّفات العدیدة ، و الأبحاث السّدیدة ، المولود فی مدینة بیت الفقیه سنة ۱۲۹۸ھ ، المتوفّٰی فی ذی القعدة سنة ۱۳۶۹ھ ، المدفون بِمقبرة الزّیلعی بِبیت الفقیه .

۸۳۸ـ " *خطیب بغدادی اور منکرین حدیث* " تألیف العلّامة المحقّق ، البحّاثة المدقّق ، المفسّر

المحدّث الفقیه الشّیخ مولانا ظفر أحمد العثمانیّ التّهانویّ الحنفی ، المولود فی الثّالث عشر من ربیع الأوّل سنة ۱۳۱۰ھ ، المتوفّٰی فی الثّالث و العشرین من ذی القعدة سنة ۱۳۹٤ھ (منکرین حدیث نے خطیب کی تاریخ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث مرویہ کو رد کرنے سے اپنی تائید حاصل کی تھی جس کا آپؒ نے نہایت تحقیقی جواب لکھا۔ یہ پورا مقالہ (کتاب)، رسالہ ''الصدیق'' ملتان میں مسلسل شائع ہوا۔)

۸۳۹. ''علماء ہند کی خدمتِ حدیث'' تألیف العلّامة المحقّق ، البحّاثة المدقّق ، المفسّر المحدّث الفقیه الشّیخ مولانا ظفر أحمد العثمانیّ التّهانویّ الحنفی ، المولود فی الثّالث عشر من ربیع الأوّل سنة ۱۳۱۰ھ ، المتوفّٰی فی الثّالث و العشرین من ذی القعدة سنة ۱۳۹٤ھ (یہ اہم مقالہ (کتاب)، رسالہ ''معارف اعظم گڑھ'' میں کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا)

۸۴۰ " حمد المتعالی علٰی تراجم صحیح البخاری " (بِالعربیّة) تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث مولانا سیّد بادشاه گل بن سیّد مهربان علی شاه بن سیّد حبیب شاه ، البخاریّ الحنفی ، بانیّ الجامعة الاسلامیّة بِأکوره ختك بشاور باکستان و شیخ الحدیث بها ، المولود فی صفر سنة ۱۳۳۳ھ ، المتوفّٰی سنة ۱۳۹۸ھ .

۸۴۱۔ " النّسائیّات من الأحادیث النّبویّة الشّریفة " (مختارات من الأحادیث مع شرحٍ و ترجمةٍ لِبعض الرُّواة) تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الأدیب المُرَبّیّ الکبیر محمّد صالح بن عبدالله بن محمّد صالح بن سعید بن عبدالله الفرفوریّ الحَسَنی ، الدّمشقیّ مولدًا و وفاةً ، الحنفیّ مذهبًا ، المولود بِدمشق فی قصر بنی فرفور فی حیّ العمارة الجوّانیّة سنة ۱۳۱۸ھ ، المتوفّٰی بِدمشق فی المستشفٰی صباح الثّلثآء ، الخامس من محرّم سنة ۱٤۰۷ھ .

۸۴۲۔ " من مشکاة النّبوّة " (شرحٌ موجزٌ علی الأربعین النّوویّة و فیه بعض تراجم الرُّواة) تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الأدیب المُرَبّیّ الکبیر محمّد صالح بن عبدالله بن محمّد صالح بن سعید بن عبدالله الفرفوریّ الحَسَنی ، الدّمشقیّ مولدًا و وفاةً ، الحنفیّ مذهبًا ، المولود بِدمشق فی قصر بنی فرفور فی حیّ العمارة الجوّانیّة سنة ۱۳۱۸ھ ، المتوفّٰی بِدمشق فی المستشفٰی صباح الثّلثآء ، الخامس من محرّم سنة ۱٤۰۷ھ .

(یہ کتاب دمشق سے ۱۳۸۹ ہجری میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۴۳. " ثَبَتٌ بِأسانید و مَرْوِیّات الشّیخ صالح فرفور " لِلشّیخ العلّامة المحدّث الأدیب

المُرَبِّیّ الکبیر محمّد صالح بن عبداللّٰہ بن محمّد صالح بن سعید بن عبداللّٰہ الفرفوریّ الحَسَنی، الدّمشقیّ مولدًا و وفاةً ، الحنفیّ مذھبًا ، المولود بِدمشق فی قصر بنی فرفور فی حیّ العمارة الجوّانیّة سنة ۱۳۱۸ھ ، المتوفّٰی بِدمشق فی المستشفٰی صباح الثّلثآء ، الخامس من محرّم سنة ۱٤۰۷ھ . (اِس کتاب کی جمع وترتیب عمرابن الشّیخ موفق المنشوقاتی نے کی ہے۔)

۸۴۴. " تحقیق اسمی الصّحیحین و اسم جامع التّرمذی " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث الفقیه الأصولیّ الأدیب المُسنِد الشّیخ عبدالفتّاح أبی غُدّة الحَلَبیّ الحنفیّ ابن محمّد بن بشیر بن حسن ، المولود بِحَلَب فی السّابع عشر من رجب سنة ۱۳۳٦ھ ، المتوفّٰی بِریاض قُبیل فجر یوم الأحد ، التّاسع من شوّال سنة ۱٤۱۷ھ ، دفین المدینة المنوّرة.

(یہ کتاب بیروت لبنان سے ۱۴۱۴ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۴۵. " کشف النّقاب عمّا یقوله التّرمذی : و فی الباب " (فی خمس مُجلّدات) تألیف الشّیخ المحقّق الدّکتور مولانا محمّد حبیب اللّٰہ مختار ، الدّھلویّ الحنفی ، رئیس جامعة علوم الاسلامیّة علّامة بنّوری تأون کراتشی و شیخ الحدیث بھا ، و الأمین العامّ لوفاق المدارس العربیّة ، باکستان ، المتوفّٰی شھیدًا یوم الأحد ، أوّل رجب المرجّب سنة ۱٤۱۸ھ .

(یہ کتاب "مجلس الدعوة والتحقیق الاسلامی" کراچی سے ۱۴۰۹ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۴۶. "عقد اللّآلی و المرجان فی أسانید عبدالسُّبُحان " لِلشّیخ المحدّث المُسنِد عبدالسُّبُحان بن نور الدّین عبدالمجید بن واعظ البُرماوی ثمّ المکّیّ الحنفی ، المتوفّٰی سنة ۱٤۲۱ھ (اِس کتاب کی جزءاوّل "مطابع سفنکس" مصر میں ۱۴۰۴ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۸۴۷. " دفائن السُّنَن مقدّمة خزائن السُّنَن " تألیف الشّیخ العلّامة المحدّث المحقّق أبی الزّاھد مولانا محمّد سرفراز خان صفدرؔ ابن نور أحمد خان بن گل أحمد خان السّواتی ، نزیل گوجرانواله ، الحنفی ، المتوفّٰی لیلة الثّلثآء ، التّاسع من جمادی الأولٰی سنة ۱٤۳۰ھ .

۸۴۸. " خلاصة الأصول فی مصطلح أحادیث الرّسول " تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه أبی الضّیاء مولانا روح الأمین بن مولانا فضل حق بن مولانا محمود بن مولانا سیّد شیخ مصر ، البشاوریّ الحنفی ، المولود بِجارسده ، بشاور سنة ۱۳٤۸ھ ، المتوفّٰی بھا یوم الثلثآء، الحادی و العشرین من ربیع الثّانی سنة ۱٤۳۱ھ .

۸۴۹. " اللّامع الصّبیح فی مقدّمة الجامع الصّحیح " تألیف الشّیخ المحدّث الفقیه أبی الضّیاء

مولانا روح الأمين بن مولانا فضل حق بن مولانا محمود بن مولانا سيّد شيخ مصر ، البشاوريّ الحنفي ، المولود بِجارسده ، بشاور سنة ١٣٤٨ھ ، المتوفّٰى بها يوم الثلثآء ، الحادى و العشرين من ربيع الثّانى سنة ١٤٣١ھ .

٨٥٠. " كتابت و تدوينِ حديث صحابۂ كرام كے قلم سے " تأليف الشّيخ المحدّث الدّكتور مولانا ساجد الرّحمٰن الصّدّيقيّ الكاندهلويّ الحنفي ابن الشّيخ المحدّث المفتي مولانا اشفاق الرّحمٰن الكاندهلويّ الصّدّيقيّ الحنفي ابن الشّيخ عنايت الرّحمٰن الصّدّيقي ابن الشّيخ خليل الرّحمٰن الصّدّيقي ، المولود بِالكاندهله ، الهند ، سنة ١٣٦٠ھ ، المتوفّٰى بِكراتشى ، باكستان ، يوم الجمعة ، الرّابع من صفر سنة ١٤٣٣ھ .

(مولف رحمہ اللہ نے اصل میں یہ کتاب عربی زبان میں تالیف فرمائی تھی جس کا عربی نام كتابة الحديث بِأقلام الصّحابة ہے جو کہ ہمارے اُصولِ حدیث کے اِس سلسلۂ تالیفات میں شمارہ نمبر ۵۹۷ پر گزر چکی ہے۔ پھر مولف رحمہ اللہ نے بعض تبدیلیوں اور چند مفید اضافوں کے ساتھ اِس کو اُردو زبان میں منتقل کیا، چنانچہ خود مولف رحمہ اللہ نے اِس کتاب کی ابتداء میں فرمایا ہے: ''اصلاً زیرِنظر کتاب عربی زبان میں تالیف ہوئی اور " كتابة الحديث بِأقلام الصّحابة " کے نام سے دارالحدیث ، مصر سے شائع ہو چکی ہے، اَب اسے بعض جزوی تبدیلیوں اور چند اضافوں کیساتھ اُردو کے قالب میں ڈھالا گیا ہے ، بنابریں یہ حرف بحرف ترجمہ نہیں ہے بلکہ اصل کے مضامین کو اُردو میں مرتب کیا گیا ہے۔''

یہ کتاب ''مکتبہ عمر فاروق'' شاہ فیصل کالونی کراچی سے ۱۴۲۹ ہجری میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔)

(ضروری اعلان)

تمام علماء کرام حضرات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ''علم اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی تالیفات و تصنیفات'' کے عنوان سے معنون یہ سلسلۂ مضامین مکمل ہونے والا ہے اور عنقریب خود ہماری طرف سے بہترین ترتیب ، مفید اضافات اور ضروری تفصیلات کے ساتھ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے اور اِس پر تیزی سے کام جاری ہے، لہٰذا کوئی بھی شخص اس سلسلۂ مضامین کو کسی بھی طریقہ سے شائع کرنے کی کوشش نہ کرے، ورنہ اُس کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ ....

(مولانا) نور محمد ثاقب

مولانا محمد اللہ قاسمی
شعبہ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

اسلام کا معاشرتی انقلاب

پوری دنیا ظہورِ اسلام سے قبل سماجی سطح پر مختلف ناہمواریوں کا شکار تھی، کہیں نسلی منافرت اور طبقاتی کش مکش جاری تھی تو کہیں مرد وعورت کے درمیان تشدد اور افراط وتفریط پائی جاتی تھی، صنفِ نازک پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے، انسان خود انسانوں کے بنائے ہوئے غیر متوازن نظاموں میں جکڑا ہوا تھا، عام انسانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ انسان کو انسان شمار نہیں کیا جاتا تھا، عام انسان غلامی اور ظلم کی زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ جانوروں کی طرح مجبورِ محض تھے۔

انسانی برادری میں مساوات

اسلام نے سب سے پہلے انسانوں کے درمیان بنی ہوئی اس عدمِ مساوات اور ظلم کی دیوار کو پاش پاش کیا، انسانی معاشرے کے درمیان مساوات اور انسانی حقوق میں سب کی شرکت اسلام کا ایک اہم انقلابی تصور تھا، جس نے دنیا کی تصویر بدل ڈالی۔ اسلام سے پہلے کے معاشروں اور تہذیبوں میں جملہ انسانی طبقات کے درمیان مساوات کا فقدان تھا۔

یہود خود کو اللہ کی اولاد اور اشرف الناس سمجھتے تھے؛ جب کہ دوسروں کو پیدائشی ذلیل اور حقیر سمجھتے تھے، ان کی مذہبی کتاب تلمود کے مطابق یہودی روئے زمین کی سب سے بہتر مخلوق تھے اور دیگر انسانی طبقے خود یہودی نہیں ہوسکتے تھے اور کسی صورت میں ان کے برابر نہیں ہوسکتے تھے۔ اس وقت کی سپر پاور طاقت رومن امپائر نے سماج کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا: (۱) امراء جنھیں بغاوت کے علاوہ کسی جرم میں سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی۔ (۲) متوسط طبقہ جسے غیر معمولی جرم میں سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ (۳) نچلا طبقہ جس کے افراد کو معمولی جرائم میں قتل کردیا جاتا تھا، زندہ آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔ ایران والے اپنی قومیت کو عظمت وتقدیس کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کا تصور تھا کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل پر انھیں برتری حاصل ہے۔ یہ اپنے گرد وپیش کی قوموں کو بڑی حقارت وذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے لیے ایسے نام تجویز کرر کھے تھے، جس میں توہین وتمسخر کا پہلو پایا جاتا تھا۔

ہندوستان میں بھی طبقہ واری امتیاز عروج پر تھا۔ ہندی سماج نے باضابطہ منوشاستر، جیسا قانونچہ

مرتب کر رکھا تھا، جس کو بہت جلد ملکی قانون اور مذہبی دستاویز کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ منوشاستر کے مطابق برہمن، برہما(خدا) کے سر سے پیدا ہوئے تھے؛ اس لیے مذہبی پیشوائی اور رہبری ان کا فرض منصبی تھا، پھر چھتریوں کا درجہ تھا جو برہما کے سینے سے پیدا ہوئے اور ان کے ذمہ لڑائی اور دفاع کا کام سپرد ہوا۔ تیسرے نمبر پر ویش طبقہ تھا اس کا پیشہ زراعت وتجارت تھا اور یہ برہما کے کمر سے پیدا ہوے تھے۔ سب سے ذلیل شودر تھے جو برہما کے پاؤں سے پیدا ہوئے تھے اور جن کے ذمہ درج بالا تینوں قوموں کی خدمت کا کام سپرد ہوا تھا۔

خود عرب میں قبائلی تعصب اور جتھ بندی بڑی سخت تھی، اس عصبیت کی وجہ جاہلی مزاج تھا۔ بعض خاندان دوسرے خاندانوں کے ساتھ رسوم و عادات میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے۔ مناسک حج میں قریش عام حجاج سے الگ تھلگ رہتے۔ ایک طبقہ پیدائشی آقاؤں کا تھا، ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا تھا جس سے بیگار لیا جاتا تھا۔

عالمی تاریکی کے اس مہیب ماحول میں مکہ کی سنگلاخ وادیوں سے یہ نوید جانفزا سنائی دی کہ تمام انسان اصل خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اعلان ہوا کہ سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، کوئی پیدائشی حقیر اور پیدائشی شریف نہیں:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَآءً (النساء: ۴)

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔“

سارے انسان پیدائشی اعتبار سے برابر ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں، کوئی پاک یا ناپاک نہیں، کالے اور گورے، ہندی اور عربی، آرین اور سامی، ایشیائی اور یورپی، مشرقی اور مغربی سب ایک درجہ کے اور ایک طرح کے حقوق رکھنے والے انسان ہیں۔ نسل و رنگ یا وطن وزبان کی بنا پر ان میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی، ہاں! اسلام نے یہ اعلان کیا کہ اگر بڑائی اور برتری کا کوئی معیار ہے تو وہ صرف تقوی اور پرہیز گاری ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۳)

”اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں

مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان کر سکو،
درحقیقت، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو،
یقین رکھو اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔"

اس آیتِ کریمہ نے مساوات کا یہ عظیم اصول بیان فرمایا ہے کہ کسی کی عزت و شرافت کا معیار اس کی قوم، اس کا قبیلہ یا وطن نہیں ہے؛ بلکہ تقوی ہے۔ سب لوگ ایک مرد و عورت یعنی حضرت آدم و حوا (علیہما السلام) سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی نے مختلف قبیلے خاندان یا قومیں اس لیے نہیں بنائیں کہ وہ ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتائیں؛ بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بے شمار انسانوں میں باہمی پہچان کے لیے کچھ تقسیم ہو جائے۔ اسلام نے ساری انسانیت کی عزت افزائی کی اور بلا تفریق نسل و نسب انسان کو تکریم کا تاج عطا کیا۔ ارشاد ہوا:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (الاسرا: ۷۰)

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انھیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔"

قرآن کی اس آواز پر عربوں کی موروثی نخوت پارہ پارہ ہوگئی، پھر عرب کے جنگ جو اور اکھڑ مزاج لوگ باہم شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے، ان کا سارا نسلی غرور جاتا رہا۔ آگے چل کر انھوں نے مدینہ منورہ میں تاریخی مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا جو انسانی تاریخ کا ایسا نقشِ جمیل ہے جو رہتی دنیا تک مساوات و اخوت کے علمبرداروں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دیا الخلق عيال الله (بیہقی، شعب الایمان) اور حج الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کی موجودگی میں آپ نے اعلان فرمایا: لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہیں۔ سن لو! کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی غیر عربی کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقوی اور اللہ کا خوف ہے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت اور افضل وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو (بیہقی، شعب الایمان)

انسانی برادری میں مساوات اور عالمگیر اخوت کا نعرہ اسلام نے دیا اور اس کو عملی شکل میں دنیا میں رائج کیا۔ یہی وجہ تھی پوری اسلامی تاریخ میں آزاد کردہ غلاموں نے جو علمی و فکری کارہائے نمایاں انجام

دیے ہیں، وہ صرف مسلمانوں کا ہی حصہ ہیں۔ آج جس جمہوریت اور مساوات کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے وہ سراسر اس ماحول کی دین ہے، جسے اسلام نے دنیا میں پیدا کیا۔ مغربی ممالک کے یہاں طبقاتی اور نسلی تفریق بیسویں صدی تک موجود تھی اور وہ اس سے آزاد نہ ہو پائے۔ ساتھ افریقہ میں تو یہ تفریق جو اہلِ یورپ کی طرف سے مسلط کی گئی تھی، تک موجود تھی اور آج بھی اس کے آثار و شواہد باقی ہیں، جنھیں دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، امریکہ جو جمہوریت و مساوات کا علمبردار ہے، وہاں کی بعض ریاستوں میں آج بھی نسلی امتیاز پر مبنی قوانین موجود ہیں اور شہریت کے مختلف درجات ہیں اور اسی اعتبار سے ان کو رعایتیں اور سہولتیں دی جاتی ہیں۔ بعض ریاستوں میں اب بھی گوری اور کالی نسل کے لوگوں کے درمیان شادی نہیں ہوسکتی، اگر کرلی جائے تو یہ شادی غیر معتبر ہوگی اور اس کا ارتکاب کرنے والے سزاؤں کے مستحق ہوتے ہیں۔ امریکہ میں نسلی امتیاز کا خاتمہ قانونی طور پر صرف ۱۹۶۵ء میں ہوسکا۔ اسی طرح امریکہ نے اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود اپنی پوری دوسو سالہ تاریخ میں پہلی بار کسی سیاہ فام کو صدر کی حیثیت سے قبول کیا تھا اور اب تک اس عہدہ پر کوئی عورت فائز نہیں ہوسکی۔ اسی نسلی امتیاز و تفریق کا نتیجہ ہے کہ امریکہ میں سیاہ فام نسل کی آبادی کے لحاظ سے حکومت کے اہم عہدوں اور ملازمتوں میں ان کا تناسب نہایت ہی کم ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل عرب میں اسلام کی زیر سرپرستی جس عالمی برادری کی تشکیل ہوئی، تب سے آج تک ہر دور اور ہر خطے میں اس عالم گیر اخوت اور مساوات انسانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ مغرب ہزار علم و فن اور تہذیب و تمدن کے بلند بانگ دعووں کے باوجود دلوں سے نسلی امتیاز ختم کرنے میں بری طرح ناکام رہا؛ لیکن اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے ایک مختصر مدت میں اس برائی کو ہمیشہ کے لیے دفن کردیا۔

عورتوں کے ساتھ انصاف

معاشرتی سطح پر اسلام کا دوسرا اہم کارنامہ عورتوں کو ان کا جائز حق دلانا اور معاشرے میں ان کے صحیح کردار کو بحال کرنا ہے۔ ظہور اسلام سے قبل عورتیں معاشرے میں زبوں حالی کا شکار تھیں۔ انسانوں کے خودساختہ اصولوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ بے اعتدالیاں برتیں۔ عرب کے جاہلی معاشرے میں عورت کے ساتھ عمومی بدسلوکی روا رکھی جاتی تھی اور اس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے۔ وہ اقربا و اعزہ کے ترکہ کی حق دار تو کجا، سامان و حیوان کی طرح وراثت میں منتقل ہوتی تھی، ہندوستان میں عورتوں کا برا حال تھا۔ بیوہ مستحقِ طعن و تشنیع سمجھی جاتی اور عموماً شوہر کے ساتھ ستی ہونے پر مجبور کی جاتی، یونانی تمدن میں بھی صنفِ

نازک قانونی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم تھی، رومن تہذیب میں عورت زمرہ انسانیت سے خارج تصور کی جاتی تھی، ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا، انگلستان میں کمزور اور بدصورت لڑکیاں سرِ دار چڑھادی جاتی تھیں۔ ایران میں عورتوں کو باعثِ شرم و ندامت سمجھا جاتا تھا۔ الغرض !ایک ظالمانہ ماحول تھا، صنفِ نازک ظلم وستم کے بوجھ تلے کراہ رہی تھی، ہر جگہ اس کے اخلاقی و معاشرتی حقوق پامال کیے جاتے تھے۔

ایسے وقت میں اسلام نے انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور عورتوں کو ان کا فطری اور قدرتی حق دلایا۔ قرآن کا اعلان ہوا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: ۱۹)

''عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔''

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ (البقرة: ۲۲۸)

''اور عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق وہی حقوق حاصل ہیں، جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔''

اسلام کی یہی انقلاب انگیز پکار تھی جس نے اقوامِ عالم کو احساس دلایا کہ کسی مخلوق کے ساتھ ظلم سراسر ناجائز ہے۔ اسلام نے عورت کی عزت افزائی کی۔ ایک عورت کے بحیثیت ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے حقوق مقرر کیے۔ ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید باپ کے مقابلے میں زیادہ کی گئی (صحیح بخاری، کتاب الادب: ح ٥٥١٤) نیک بیوی کو دنیا کے سب سے بہتر سرمایہ سے تعبیر کیا گیا (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، ح ٢٦٦٨) بیٹیوں اور بہنوں کی تعلیم و تربیت پر جنت کی بشارت دی گئی (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ح ٤٤٨١) بالترتیب والد، بھائی اور شوہر کو عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سونپی گئی اور اس کے باوجود انھیں جائداد میں حصہ دار مقرر کیا گیا (سورۃ النسا: ۷)۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانوں میں سب سے بہتر وہ ولوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آتے ہیں (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، حدیث: ۱۰۸۲)

حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں جو حقوقِ انسانی کا عظیم الشان منشور سنایا، اس میں عورتوں کے حقوق کا خصوصی ذکر فرماتے ہوئے ان کیساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی اور انکے حقوق کی یاددہانی کرائی (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، ح ۱۰۸۳) حتی کہ رحمتِ عالمؐ نے وفات سے قبل اپنی آخری وصیت میں بھی عورتوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلائی (مصنف عبد الرزاق: ٥:٤٣٦)

اسلام کی اسی روشنی میں غیر اسلامی ممالک میں بھی عورتوں کے حقوق نے ترقی کی؛ مگر صحیح ربانی

تعلیمات کے فقدان اور مذہب بیزاری کی وجہ مغربی تہذیب نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ مغرب کے کوتاہ نظر نام نہاد دانشوروں نے عورتوں کو ان کے مقام سے زیادہ اوپر اٹھا کر ایک بار پھر انھیں ظلم وستم کا نشانہ بنا دیا ہے۔ مساوات اور آزادیِ نسواں کے پردے میں ان کے ساتھ فراڈ کیا جارہا ہے۔ ڈھنڈورا یہ پیٹا کہ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش لانا ہے؛ مگر عملاً یہ ہوا کہ انھیں منظرِ عام پر بازار کا سودا بنادیا گیا۔

مرد وعورت کے باہمی تعلق کی نوعیت

عورت انسانی تاریخ کی وہ مظلوم ہستی ہے جس کے تخلیقی ،نفسیاتی اور فطری تقاضوں کی بنیاد پر صحیح حقوق اور ذمہ داریاں انھیں سونپی گئیں۔ عورت کے حقوق و فرائض اور مرد کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کے سلسلے میں دنیا میں انسان کے خود ساختہ نظریات ہمیشہ افراط یا تفریط کا نشانہ بنے رہے اور اس کے نتیجہ میں بیچاری عورت ذات گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتی رہی۔

اسلام سے پہلے عورت اور مرد کے باہمی رشتے میں بڑی بے ہنگمی تھی۔ ساری دنیا فطرت کے خلاف افراط وتفریط کے راستے پر گامزن تھی۔ کوئی مستحکم نظام نہیں تھا، جس کی بنیاد پر ازدواجی رشتہ قائم ہو۔ ایرانی قانون و معاشرت میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی بھی رشتے کا استثنا نہ تھا۔ ایران کے اس شدید شہوانی رجحان کا ایک غیر فطری اور سخت ردعمل یہ ظاہر ہوا کہ ایک حکم راں مانی نے مرد وعورت کا باہمی اجتماع حرام قرار دے دیا۔ پھر مزدک نے تمام عورتوں کو تمام مردوں کے لیے حلال کردیا، جس سے پورا ایران جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں ڈوب گیا۔ ہندوستانی مذہب وتمدن میں شہوانی جذبات اور جنسی میلان کو ابھارنے والے عناصر چھائے ہوئے تھے۔ معبودوں کی فہرست میں لنگم اور یونی (مرد اور عورت کی شرم گاہ) بھی اہمیت کے ساتھ شامل تھے۔ اس تن پرستی اور نفس پروری کے بالمقابل دوسری طرف نفس کشی اور ریاضت ومجاہدہ (جوگ وتپشیا) کا سلسلہ جاری تھا۔ خود عرب میں زنا کوئی معیوب بات نہیں تھی اور اس کے بہت سے طریقے رائج تھے۔ غرض دنیا شہوت وتجرد کے دونوں سروں میں تقسیم اور اعتدال وتوازن سے محروم تھی۔ کچھ افراد نفس کشی اور روحانی ترقی میں مصروف تھے اور عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دھارے میں بہہ رہی تھی۔ ایسے ماحول میں اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق معاشرتی لائحہ عمل پیش کیا جس میں بھرپور طریقہ پر انسان کے شہوانی جذبات کی رعایت کے ساتھ اخلاقی وسماجی اقدار پیش کیے گئے۔ اس میں ہر اعتبار سے اعتدال تھا، توازن تھا، جاذبیت تھی اور فطرتِ انسانی سے مکمل مطابقت بھی۔

اسلام کی نگاہ میں مرد وعورت انسانی سماج کے دو لازمی جز ہیں۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے۔ انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے اور

سماجی زندگی میں دونوں کے جسمانی تقاضوں اور صلاحیتیوں کے لحاظ سے فرق کیا گیا ہے؛ بال بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے۔ سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اصول ہے جس میں خاندانی نظام کی بقا اور اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابلِ برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

دوسری طرف دنیا میں کچھ ایسے قوانین وضع کیے گئے جن میں عورت کی حیثیت جانور اور پراپرٹی جیسی قرار پائی، نہ وہ کسی جائداد کی مالک ہوسکتی تھی، نہ اس میں تصرف کرسکتی تھی، نہ اس کو اپنے مال پر اختیار حاصل تھا اور نہ اپنی جان پر۔ اس کے مقابل آج کے مغربی معاشرے نے عورتوں کو تمام ذمہ داریوں میں مردوں کے مساوی قرار دے دیا۔ عورتوں کی جسمانی کمزوری، ان کے ساتھ پیش آنے والے قدرتی حالات وعوارض، اور طبیعت ومزاج اور قوتِ فیصلہ پر ان کے اثرات کو نظر انداز کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہ ظاہر تو عورت کی حمایت سمجھا گیا؛ لیکن انجام کار اس آزادی نے پورے سماج کو بے حیائی، اخلاقی انارکی، ناقابلِ علاج امراض اور خود عورتوں کو ناقابلِ تحمل فرائض میں جکڑ کر رکھ دیا۔

اسلام میں سماج کی اہمیت

اسلام نے جس طرح فرد کی زندگی کو اہمیت دی ہے، اسے آزادی، مساوات اور عدل وانصاف سے نوازا ہے، وہیں اس نے اس کو معاشرے سے الگ بھی تصور نہیں کیا ہے۔ اسلام نے فرد کے مفادات اور حقوق کے خیال کے ساتھ، اس کو وسیع ترین معاشرے کے ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے فرائض و واجبات بھی دیے ہیں۔ مغربی نظام کے برخلاف، اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اجتماعیت اور معاشرہ کا تحفظ و بقا فرد کے تحفظ و بقا کے مقابلے میں کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اسلام نے ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کا خاکہ پیش کیا ہے اور اس کو عملی جامہ پہنایا ہے، جس میں خیر اور نیکی کو خوب پنپنے کا موقع ملے اور شر و برائی کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

اسلام کا عمومی حکم ہے کہ معاشرے میں بھلائی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ و ظلم کے کاموں میں کسی قسم کی کوئی مدد نہ کی جائے (المائدہ:۲) بلکہ مستقل طور پر ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کرتے رہنے اور برائیوں سے روکنے کی ہمت افزائی کی گئی۔ (التوبہ:۷۱) نیز، حدیث میں حکم ہوا کہ تم میں جو شخص برائی دیکھے اسکو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے اسکو برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (صحیح مسلم، جلد اول، کتاب الایمان)

اسلام نے ان تمام سرچشموں کو بند کردیا ہے جن سے صنفی برائیاں معاشرہ میں پھیلتی ہیں۔ شرم و

حیا کی سخت تاکید کی گئی اور اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا۔ الحیاء شعبة مِن الإیمان (صحیح بخاری جلد اول باب امور الایمان) مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم ہوا کہ جب ان کی نظر مقابل صنف پر پڑے تو اپنی نظریں نیچی کرلیں (النور: ۳۱)

زنا کو بدترین برائیوں میں شمار کیا گیا اور اس کے خلاف معاشرے میں شدید ترین نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کردیے گئے اور زنا کے مرتکب افراد کے لیے نہایت سخت سزاں کا اعلان کیا گیا۔ (دیکھیے قرآن کریم ۳۲:۱۷ و ۲۴:۳) مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول سخت ممنوع قرار دیا گیا۔ عام حالات میں عورتوں کا دائرہ کار گھر کی چہاردیواری تک محدود کردیا گیا اور انھیں بلا ضرورت باہر نکلنے سے روک دیا گیا۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (الاحزاب: ۳۳)

اسلام نے نکاح کو آسان بنایا اور اس کی خاص تاکید و ترغیب دی۔ بہت ہی قریب کے چند رشتوں کو چھوڑ کر باقی تمام لوگوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح ذات پات اور طبقاتی فرق بھی نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ جوانوں کو مجرد رہنے کو خاص طور پر ناپسند کیا گیا۔ بیوہ عورتوں اور رنڈووں کو پھر سے ازدواجی زندگی اختیار کرلینے کی ہدایت کی گئی۔ اسلام کا حکم ہے کہ لڑکی جب جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اور اس کے لیے مناسب رشتہ میسر آجائے تو فوراً اس کا نکاح کردو!

اسلام نے فرد کی آزادی، حقوق اور احترامِ نفس کو نہ صرف قبول کیا؛ بلکہ اسے بڑھاوا دیا؛ لیکن ساتھ ہی معاشرے کو فرد سے زیادہ اہمیت دی؛ اسی لیے فرد کو ایسے کاموں کی اجازت نہیں دی گئی جس سے معاشرے کے مجموعی اخلاقی وفکری ماحول میں کوئی منفی اثر پیدا ہوتا ہو۔ انھیں اسباب کی بنیاد پر اسلام نے زنا، بے حیائی، بے پردگی اور اخلاق باختگی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا ہے؛ جب کہ اس کے بالمقابل آج کے مغربی معاشرہ میں فرد کو مرکزیت و اہمیت دینے کی روش سے سماج کو بے شمار اخلاقی وسماجی برائیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ معاشرہ میں فرد کو ہی اہمیت دینے کا معاملہ ہے کہ مغربی معاشروں میں فرد کو لباس، رہن سہن اور من مانے طرزِ زندگی کو اختیار کرنے میں پوری آزادی دے دی گئی ہے۔ بے پردگی تو کجا، رضامندی کے ساتھ زنا حتی کہ شادی شدہ افراد کا زنا کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ اسی فرد کی آزادی کا کرشمہ ہے کہ ہم جنسی اور غیر فطری شادیاں جائز گردانی جارہی ہیں اور حتی کہ قتل وغیرہ جیسے سخت ترین جرائم کی سزا کے طور پر ملکی قانون میں قتل بالنفس کا کوئی خانہ نہیں ہے۔

غرض اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کے ادوار میں انسانی حقوق، انسانی اخوت و مساوات اور معاشرتی اصلاحات کا اگر جائزہ لیا جائے واضح طور پر محسوس ہوگا کہ اسلام کی (بقیہ صفحہ ۵۳ پر)

مولانا محمد اسرار مدنی
رفیق موتمر المصنفین

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا نظریہ وحدت امت

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی ولادت ۱۸۱۴ء میں قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی، آپ کا نام نامی آپ کے والد مرحوم نے امداد حسین رکھا تھا، لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نبیرۂ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے امداد اللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ آپؒ کا تاریخی نام ظفر احمد تھا اور والد کا نام حافظ محمد امین بن شیخ بڈھا ابن حافظ شیخ بلاقی تھا (شمائم امدادیہ ص ۴)

سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک علی صاحب (مشہور استاد مدرس صدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج) کے ہمراہ دِلی کے سفر کا اتفاق ہوا، اسی زمانے میں فارسی کی مختصر کتابوں کیساتھ ساتھ صرف ونحو پر عبور حاصل کیا۔ مولانا رحمت علی تھانویؒ سے تکمیل الایمان، شیخ عبدالحق دہلویؒ سے قرأت اخذ فرمائی (شمائم امدادیہ ص ۹)

بیعت وارشاد کا تعلق

حاجی صاحب مرحوم نے اٹھارہ سال کی عمر میں مولانا نصیر الدین صاحبؒ نقشبندی مجددی دہلوی سے بیعت کیا، ان کے انتقال کے بعد مولانا میانجی نور محمد جھنجھانویؒ سے بیعت کی، میانجی مرحوم کے پیر شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ صوبہ خیبر پختونخوا کے علاقہ طورو مایار ضلع مردان میں مدفون ہیں۔ سنگر بابا کے نام سے ان کا مزار مرجع فیض عوام ہے۔ حاجی صاحب کے مریدین میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا اشرف علی تھانویؒ سمیت کبار علمائے ہند شامل تھے۔ جس سے آپ کی علمی وروحانی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حاجی صاحب کی رواداری اور وسعت قلبی

حاجی صاحبؒ کی ایک خاص صفت جو اولیا کرام میں ان کا خاص طرہ امتیاز تھا ان کی وسعت قلبی اور رواداری تھی، کسی کی دل شکنی تو ان کے مذہب میں قطعاً روا نہ تھی، کسی سے معاصرانہ چشمک کا دور دور تک نشان نہ تھا، اس قسم کے مصلح تھے کہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث غرضیکہ ہر طبقے کے لوگ آپ کے مرید تھے۔ فروعی یا مسلکی مسائل کی بجائے اصلاح وارشاد پر توجہ دیتے تھے۔ (چالیس بڑے مسلمان ص ۶۹)

اہل حدیث مرید سے برتاؤ

ایک دفعہ ایک اہل حدیث آپؒ کا مرید ہوا، لیکن اس نے جلد ہی امین بالجہر اور رفع الیدین ترک

کردیا، آپؒ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم نے آمین بالجہر (تیز آواز سے امین) اور رفع الیدین (نماز میں ہاتھ اٹھانا) چھوڑ دیا ہے؟ کیا ایسا خود کیا ہے؟ یا ہماری وجہ سے؟ اگر ہماری وجہ سے ایسا کیا ہے تو بھائی ایسا نہ کرو، میں ترک سنت کا باعث کیوں بنوں؟ سنت یہ بھی ہے اور وہ بھی، اور اگر اپنی مرضی سے کیا تو خیر......اس نے عرض کیا حضرت! میں نے تو اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے۔(چالیس بڑے مسلمان ص۶۹)

اتحاد امت کے لئے رہنما اصول

حاجی صاحب نے مختلف مقامات پر اتحاد امت کے لئے رہنما اصول اور چند اہم آداب اختلاف بیان فرمائے ہیں جس کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے یقیناً ہم فرقہ وارانہ تصادم کو ختم کر سکتے ہیں۔نیز دیگر مسالک و مکاتب فکر کو ایک دوسرے کے قریب لا سکتے ہیں۔حاجی صاحبؒ کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ میں اختلافات کی صورت میں طریقہ عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱: اختلافی مسائل میں ہر فریق کے پاس دلائل شرعیہ ہیں اگرچہ ان دلائل کی قوت وضعف میں فرق ہو جیسا کہ اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوتا ہے، پس خواص کو تو چاہئے کہ جو ان کو تحقیق سے معلوم ہوا ہے اس پر عمل رکھیں۔

۲: دوسرے فریق کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں، نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں، نہ تفریق و تضلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی سمجھیں۔

۳: باہم ملاقات، مکاتبت، سلام، موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں یعنی سماجی تعلقات قائم رکھیں۔

۴: تردید و مباحثہ خصوصاً بازاریوں کی طرح گفتگو سے اجتناب کریں کیونکہ یہ منصب اہل علم کے خلاف ہے۔

۵: ایسے مسائل میں نہ کوئی فتویٰ لکھیں اور نہ دستخط کریں کہ فضول ہے۔جیسا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فتویٰ

۶: ہر ایک عمل میں ایک دوسرے کی رعایت کریں۔یعنی جب دوسرے مسلک والوں کے پاس جائیں تو ان کی طرح اعمال کریں۔

۷: عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کر لی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں۔

۸: منع کرنا ان لوگوں کا مفید ہوگا جو اس عمل کے جواز کے قائل ہیں۔اور جو اس عمل کے عدم جواز

کے قائل ہیں ان کا خاموش رہنا بہتر ہے۔ (مسلکی منافرت کے خاتمہ کیلئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کون سی بات کس نے کرنی ہے اور کس کی بات زیادہ اثر رکھے گی۔ اور کون یہ بات کرے گا تو معاملات اور خراب ہوں گے)

۹: فتنہ سے بچیں اور کسی جگہ کے رسم و رواج اور عادات سے اگر آپ موافقت نہیں رکھتے تو ان کی مخالفت بھی نہ کریں۔

۱۰: دونوں مکاتب فکر یا فریقین ایک دوسرے کے نقطہ نظر کی تاویل کرلیا کریں یعنی اچھی توجیہ کریں۔

۱۱: عوام کو چاہئے کہ جس عالم یا دیندار آدمی کو محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے فریق کے لوگوں سے تعرض نہ کریں۔ خصوصا دوسرے مسالک کے علماء کی شان میں گستاخی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہے۔

۱۲: غیبت و حسد سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، ان امور سے پرہیز کریں اور تعصب اور عداوت سے بچیں۔

۱۳: ایسے مضامین کی کتابوں اور رسائل کے مطالعہ سے بچیں جن میں اختلافی مسائل بیان ہوں، کیونکہ یہ کام علماء کا ہے۔

۱۴: مسلکی منافرت کے خاتمہ کیلئے اختلافی مسائل پر مباحثہ، قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی و بدعتی نہ کہنا، اور عوام کو جھگڑوں اور غلو سے منع کرنا علمائے کرام کی ذمہ داری ہے (راہ اعتدال: ص ۳۱)

(اسلام کا معاشرتی انقلاب)

(بقیہ صفحہ ۵۰ سے) بادِ بہاری نے اس گلشنِ عالم کو کس طرح اپنی عطر بیز سماجی تعلیمات و اصلاحات کے ذریعہ معطر و منور کیا اور اس اسلامی انقلاب کی بدولت کس طرح نسل انسانی کو احترامِ نفس، مساوات اور آزادی کی بے بہا دولت ہاتھ آئی۔ اسلامی انقلاب کے زیر اثر تاریخ میں جہاں بھی یہ معاشرتی نظام قائم رہا، وہاں معاشرہ امن و سکون اور روحانیت و اخلاق کی روشنی سے جگمگاتا رہا۔ آج مغرب کی نام نہاد تہذیب نے صالح معاشرے کے اس ڈھانچہ کو بری طرح متاثر کرنا شروع کردیا ہے جس کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ ایک بار پھر انھیں تاریک ادوار میں واپس جارہا ہے، جہاں صرف نفس و شیطان کی حکمرانی تھی؛ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو ربانی ہدایات کے مطابق ڈھالیں؛ تاکہ پھر وہی خالص اخلاقی و روحانی سکون ہمیں حاصل ہوسکے۔ ☆ ☆ ☆

مولانا محمد غیاث الدین حسامی

خواتینِ اسلام کا ذوقِ عبادت

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے انسان کے مقصد زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے انسانوں اور جنات کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے ،(الذاریات:۶۵) یہی بات ایک حدیث قدسی میں کچھ تفصیل کیساتھ ہے کہ اے میرے بندو! میں نے تمھیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ تم تنہائی میں میرے انیس بنو، اور نہ اس لیے کہ قلت میں تمہارے ذریعے میں کثرت حاصل کرو، اور نہ اس لیے کہ تنہا ہونے کے باعث کسی کام کے کرنے سے عاجز ہوکر میں تمہاری مدد کا طلب گار بنوں اور نہ اس لیے کہ تمہارے ذریعہ کوئی نفع حاصل کروں یا کسی مضرت کو دفع کروں، میں نے تو تمھیں اس لیے پیدا کیا کہ تم زندگی بھر میری بندگی اختیار کروں، کثرت سے میرا ذکر کرو اور صبح وشام میری تسبیح پڑھتے رہو۔

(عبادت کا حقیقی مفہوم مصنف ڈاکٹر یوسف القرضاوی ۴۳)

عبادت کے تعلق سے اللہ تعالی نے بنی نوعِ انسان کے ہر فرد بشر سے ایک مضبوط عہد لیا ہے، جسے قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ اے آدم کی اولاد ! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا؛ اس لیے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے(یسٰین:۶۰۔۱۶) لیکن انسان گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس وعدۂ خداوندی کو بھول گیا، اور ایک خدا کی عبادت کی بجائے کئی خداوں کی عبادت کرنے لگا، اور ہر ذی اثر چیزوں کو خدا کا درجہ دے دیا، اس کی اسی غفلت کی وجہ سے اللہ تعالی نے نبیوں اور رسولوں اور نزولِ کتب کا سلسلہ شروع کیا، جس کے ذریعہ پوری انسانیت کو ایک اللہ سے کیے ہوئے اس وعدے کو یاد دلایا اور انھیں بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف پھیر دیا۔ ان نیک فطرت نبیوں اور رسولوں کا اپنی قوم کے لیے ایک ہی نعرہ تھا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے، قرآن کریم کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث میں عبادت کی بہت تاکید کی گئی ہے، اور یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مقصدِ زندگی (عبادت) میں کامیاب ہوگا وہی رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے گا اور جو ناکام و نامراد ہوگا وہ رب کی ناراضگی کی وجہ سے عذاب وعقاب کا مستحق ہوگا؛ اس لیے بندے کی اصل کامیابی حکمِ الٰہی اور طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبادت کرنے میں مضمر ہے، اور جو بندہ

عبادت و بندگی کے علاوہ دوسرے طریقہ میں کامیابی کا طلب گار ہوگا، اس کے لیے ناکامی لکھ دی گئی ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں مردوں کے اوصاف بندگی کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اوصافِ عبادت کو بھی ذکر کیا، اور اس پر ملنے والے اجر وثواب کا انھیں بھی مستحق قرار دیا، جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت اشارہ کررہی ہے، یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرنبردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈر نے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنے ستر کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنے ستر کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے (الاحزاب:۵۳)

تاریخ اسلام کی شہادت

تاریخِ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک عبادت و بندگی کے اس حکم پر جہاں مردوں نے عمل کیا ہے وہیں عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں، خالق کائنات کی رضا جوئی کے لیے جہاں مرد اپنی راتوں کو عبادت سے مزین کیے وہیں عورتیں بھی اطاعت و بندگی کے ذریعہ اپنی راتوں کو سجائیں، اور اپنے مولی سے ہم کلامی کے لیے شب بیداری اور آہِ سحر گاہی کا معمول بنائیں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے جذبہ کے ساتھ عبادت میں مصروف ہوا کرتے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والی ازواجِ مطہرات بھی پورے شوق و جذبہ کے ساتھ فریضہ بندگی بجالاتیں، جہاں صحابہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبادت کیا کرتے وہیں، صحابیات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مطابق عمل کرتیں، اور جس طرح عبادت کے میدان میں حسن بصری جیسے باکمال ولی پیدا ہوئے اسی طرح رابعہ بصریہ جیسی ولیہ بھی پیدا ہوئیں، عبادت گذاروں کی فہرست اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی؛ جب تک ان برگزیدہ خواتین کا تذکرہ نہ کیا جائے، جن کے جذبہ عبادت و بندگی اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوششوں کو دیکھ کر موجودہ دور کی خواتین بھی اپنے مقصدِ زندگی کو یاد کرسکتی ہے اور اپنے مولی حقیقی کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوسکتی ہے۔

خیر القرون اور خواتین کا ذوق عبادت

خیر القرون اور دورِ سلفِ صالحین کی خواتین کو عبادت کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ اپنے دن و رات کا اکثر حصہ عبادتِ الٰہی میں گذارتیں اور اپنے آپ کو ان اعمال میں لگاتیں جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو راضی کرنے والے ہوتے، عبادت کے ذریعہ اس مقام و مرتبہ پر پہونچ گئی تھیں جس تک آج کے بڑے بڑے ولی صفت انسان کا بھی پہنچنا مشکل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ عبادت گذار تھیں، اللہ سے نہایت ڈرنے والی تھیں، چاشت کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں، رمضان المبارک میں تراویح کا خاص اہتمام کرتیں، انکا غلام نمازِ تراویح میں امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں، اکثر روزے رکھا کرتیں، پورے جذبہ کیساتھ ہر سال برابر حج ادا کرتیں، غلاموں پر شفقت کرتیں اور انکو خرید کر آزاد کرتیں (شرح بلوغ المرام)

امہات المومنین کا ذوق عبادت

ام المومنین حضرت ام سلمہ کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی، انھیں عبادت الٰہی سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، رمضان شریف کے علاوہ ہر مہینہ میں تین روزے پابندی کیساتھ رکھا کرتیں، اطاعتِ خداوندی ہر عمل میں صاف نظر آتا تھا، جہاں اوامر کی بے حد پابند تھیں وہیں نواہی سے بھی بچنے کا التزام کرتی تھیں۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش بڑی دیندار، پرہیز گار، حق گو اور رونے والی تھیں، ان کی عبادت و زہد کا اعتراف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، حضرت زینب بھی اس موقع پر موجود تھیں، انھوں نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمر کو پسند نہیں آئی، انھوں نے ذرا تلخ انداز میں حضرت زینب کو دخل دینے سے منع کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! انھیں کچھ نہ کہو یہ اوّاہ (خدا سے ڈرنے والی) ہیں۔

ام المومنین حضرت جویریہ بھی بڑی عبادت گذار اور زاہدانہ زندگی گذارنے والی خاتون تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اکثر عبادت و بندگی میں مشغول پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی گھر سے باہر جاتے یا گھر تشریف لاتے تو انھیں اپنے رب سے راز و نیاز کرتے ہوئے پاتے، ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صبح کے وقت اپنے گھر کی مسجد (نماز کی جگہ) میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا پھر ضروریات سے فارغ ہو کر آئے تو بھی اسی حالت میں ان کو پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ہمیشہ اسی طرح عبادت کرتی رہتی ہو، انھوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات پڑھا کرو ان کو تمہاری نفل عبادت پر ترجیح حاصل ہے:

سبحان اللّٰہ، سبحان اللّٰہ عدد خلقه سبحان اللّٰہعدد خلقه سبحان اللّٰہ رضی نفسه سبحان اللّٰہ رضی نفسه، سبحان اللّٰہزنة عرشه سبحان اللّٰہ زنة عرشه، سبحان اللّٰہ مداد کلماته،

سبحان اللّٰہمداد کلماتہ (مسند احمد، حدیث جویریہ بنت الحارث، ح:۳۳۰۸ رناشر موسسۃ الرسالۃ)

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بارہ رکعات نفل روزانہ پڑھے گا اس کیلئے جنت میں گھر بنایا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت ام حبیبہ بھی سن رہی تھیں، اس کے بعد پوری زندگی یہ بارہ رکعات ان کے معمول میں رہیں کبھی ان کو ترک نہیں کیا

(مسند احمد حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ح:۱۹۷۰۹ رناشر موسسۃ الرسالۃ)

سیدہ فاطمہ زہرہؓ کا شوق عبادت

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا کو عبادتِ الٰہی سے بے انتہا شغف تھا، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تہجد گذار اور کثرت سے روزے رکھنے والی تھیں، خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتی تھیں، زبان پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہ کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی تھیں اور ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرتی جاتی تھیں، حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، وہ چکی پیستے وقت بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں، علامہ اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں ان کی اسی عادت کی طرف اشارہ کیا ہے......

آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　　آسیا گردان ولب قرآں سرا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عبادت کرتی تھیں؛ لیکن گھر کے کام میں کوئی فرق نہیں آنے دیتی تھیں، سیدنا حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کو صبح سے شام تک محرابِ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے، نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرتے اور دعائیں مانگتے دیکھا کرتا تھا، اور یہ دعائیں وہ اپنے لیے نہیں؛ بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مانگتی تھیں، عبادت کرتے وقت آپ کا نورانی چہرہ زرد ہو جاتا تھا، جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی یہاں تک کہ اکثر مصلیٰ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر ساری رات نماز میں گذار دیتی تھیں بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی عبادتِ الٰہی کو ترک نہیں کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی رضاجوئی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ان کے رگ و ریشے میں سما گئی تھیں (سیرت فاطمۃ الزہراؓ)

حضرت اسما بنت ابو بکرؓ عبادت وبندگی میں شہرہ رکھتی تھیں، نہایت درجہ کی عابدہ اور زاہدہ تھیں، کثرت عبادت ان کا خصوصی وصف تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے،

بہت سے صحابیات بھی شریکِ نماز تھیں، ان میں حضرت اسما بھی شامل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کوئی گھنٹے طویل کیا، حضرت اسما کی طبیعت کچھ کمزور تھی، تھک کر چور چور ہوگئیں؛ لیکن بڑے استقلال سے کھڑی رہیں، جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں، چہرے اور سر پر پانی چھڑکا گیا تو ہوش میں آئیں

(بخاری شریف، باب صلاۃ النساء مع الرجال فی الکسوف، ح:۱۰۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضلؓ نہایت پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں، بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ہر پیر اور جمعرات کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتی تھیں۔

حضرت خولہؓ بھی عبادت الٰہی سے کافی شغف رکھتی تھیں اور ساری عبادت اور نماز پڑھنے میں گذارتی تھیں ان کا تذکرہ مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت خولہؓ کا ادھر سے گذر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خولہؓ ہے، جو پوری رات عبادت میں گذارتی ہے اور رات بھر سوتی نہیں، اس پر آپؐ نے تعجب سے فرمایا کہ رات بھر نہیں سوتیں؟ پھر فرمایا کہ انسان کو اتنا ہی کام کرنا چاہیے جسے وہ ہمیشہ نباہ سکے (مسند احمد، مسند عائشہ، ح ۲۵۶۳۲/ ناشر موسسۃ الرسالۃ)

حضرت صفوان بن معطلؓ کی اہلیہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کرنے لگی کہ ان کے شوہر انھیں نماز پڑھنے کی بنا پر سختی کرتے ہیں، جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ بھی تڑوا دیتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن معطلؓ سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہیں اور میں انھیں اس سے منع کرتا ہوں، اور روزہ تڑوانے کی حقیقت یہ ہے کہ جب یہ نفلی روزے رکھنے پر آتی ہیں تو رکھتی ہی چلی جاتی ہیں جو میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ (مسند احمد، مسند ابی سعید خدری، ح ۱۱۸۰۱)

حضرت عائشہ بنت طلحہؒ مشہور تابعیہ ہیں، بڑی ذاکرہ تھیں، ان کی زبان صبح وشام ذکر الٰہی سے تر رہا کرتی تھی، ان کا نفس پاکیزہ ہو چکا تھا جس نے انھیں تمام عورتوں میں ممتاز کر دیا تھا، انھیں بہت ساری باتیں خواب کے ذریعہ معلوم ہوجاتی تھیں۔

خوابوں کی تعبیر بتانے والے مشہور امام محمد ابن سیرینؒ کی بیٹی حفصہ بنت سیرینؒ اپنے زمانے کی معروف تابعیہ ہیں، جن کے بلند مرتبہ کی گواہی اہلِ معرفت حضرات نے دی ہے، حفصہ بنت سیرینؒ پاکیزگی، عزت وعفت، اور دین وعبادت کے اعتبار سے عورتوں کی سردار تھیں، ان کی الگ کوٹھری تھی جس میں وہ اکثر عبادت کرتی تھیں؛ اسی لیے عبادت کے معاملے میں بہت ممتاز مقام رکھتی تھیں، اور وہ اس

صفت میں حیرت انگیز مقام پر پہنچ گئی تھیں، جہاں پر صرف بڑے زاہدین کی ہی رسائی ہوتی ہے، مہدی بن میمونؒ فرماتے ہیں کہ حفصہ بنت سیرینؒ تیس سال تک اپنے مصلی سے سوائے کسی کی بات کا جواب دینے یا قضا حاجت کے نہیں نکلیں (سیر اعلام النبلاء، باب عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ۴/۵۰۷)

حضرت معاذ بنت عبداللہؓ تابعیہ ہیں اور حضرت عائشہؓ و حضرت علیؓ کی شاگردہ ہیں، اپنے وقت کی بڑی عابدہ خاتون تھیں، اپنے نفس کو مخاطب کرتیں اور کہتیں کہ اے نفس! نیند تیرے سامنے ہے، اگر تو چاہے تو تیری قبر میں نیند حسرت یا خوشی میں لمبی ہو سکتی ہے، جب انھیں نیند نہیں آرہی ہوتی تو فوراً اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مناجات میں مستغرق ہوتیں۔ (سیر اعلام النبلاء باب معاذۃ بنت عبداللہ ۴/۵۰۹)

حضرت معاذ کو صبح کی تلاوت بہت محبوب تھی، ان کا دل اللہ تعالی کی حمد و ثنا میں مصروف رہتا تھا، عبادت و بندگی کو اپنی عادت بنالی تھی، یہاں تک کہ شب زفاف بھی عبادت میں گذرگئی، پوری رات عبادت اور ذکر و اذکار کرتی رہی؛ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہونے لگی، ان کا معمول تھا کہ روزانہ چھ سو رکعات نماز پڑھتیں اور ہر رات وہ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتیں، جب سردی کا موسم ہوتا تو حضرت معاذہ پتلے کپڑے پہنتیں؛ تاکہ سردی کی وجہ سے نیند نہ آئے اور عبادت میں سستی پیدا نہ ہو۔

(نساء من عصر التابعین مصنف احمد خلیل جمعہ)

حضرت عبداللہ بن مسلم عجلیؒ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک نہایت حسین و جمیل خاتون رہتی تھی اور اسے اپنے حسن و جمال پر بڑا ناز تھا، ایک مرتبہ وہ عبید بن عمیر کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے لگی اور دورانِ گفتگو اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر انھیں اپنی طرف مائل کرنے لگی تو عبید بن عمیر نے اس عورت کو (موت، قبر، اللہ کے سامنے حاضری کے ذریعہ) نصیحت فرمائی اور اسے اعمال خیر پر ابھارا، اتنی سے گفتگو پر وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ گھر جا کر شوہر سے کہنے لگی کہ ہم دونوں نے آج تک آوارگی اور غفلت میں زندگی گذاری ہے، اس کے بعد سے وہ نماز، روزہ اور عبادت میں مصروف ہوگئی، اس عورت کا شوہر کہا کرتا تھا کہ عبید بن عمیر نے میری بیوی کو کیا کر دیا ہے جو ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتی ہے اور رہبانیت کی زندگی گذارتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ عورت ذات عبادت کے معاملہ میں کبھی مردوں سے پیچھے نہیں رہی؛ بلکہ ان کا ذوق عبادت اور اللہ تعالی سے خصوصی تعلق و محبت مثالی رہا ہے، آج کل کی خواتین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتی ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، نومبر ۲۰۱۶)

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

امام کعبہ شیخ صالح بن حمید کی حضرت مہتمم مدظلہ سے ملاقات

۲۸۔اکتوبر کو امام کعبہ شیخ صالح بن عبداللہ بن حمید حفظہ اللہ (رئیس مجمع الفقہ الاسلامی) کی حضرت مہتمم صاحب سے اسلام آباد میں ملاقات ہوئی۔راقم حامد الحق،اور برادرم مولانا راشد الحق،مولانا احمد شاہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ملاقات کے دوران ملکی و بین الاقوامی امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔بعد میں امام صاحب کے ہمراہ ان کی گاڑی میں فیصل مسجد اسلام آباد تشریف لے گئے اور وہاں امام صاحب نے نماز مغرب کی امامت فرمائی۔اس موقع پر فیصل مسجد میں آٹھ دس چھوٹے بچوں کو امام صاحب نے سورہ فاتحہ پڑھائی جس میں مولانا راشد الحق صاحب کے دس سالہ برخوردار محمد عمر اور محمد احمد بھی شامل تھے۔جن سے امام صاحب نے خصوصی پیار و شفقت اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی حضرت مہتمم مدظلہ کی رہائش گاہ تشریف آوری

۹۔اکتوبر کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب،حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی رہائش گاہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے جہاں انہوں نے ملکی و بین الاقوامی سیاسی صورتحال پر گفتگو کی۔

افغان سفیر کی حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات

۲۲۔اکتوبر بروز اتوار کو پاکستان میں افغانستان کے سفیر جناب حضرت عمر زاخیلوال اور نائب سفیر زردشت شمس نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور افغانستان کے تازہ بگڑتی ہوئی صورتحال پر ان سے تفصیلی گفتگو کی اور مولانا مدظلہ سے اس سلسلہ میں فوری موثر کردار ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی،مولانا سمیع الحق نے موجودہ افغان سفیر کی امن کی خاطر جدوجہد اور تگ و دو کو سراہا۔

حضرت مولانا محمد طیب طاہری کی دارالعلوم آمد

۲۳۔اکتوبر: جماعت اشاعت التوحید و السنۃ کے امیر حضرت مولانا محمد طیب طاہری صاحب نے مہتمم

صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور ملک کی موجودہ صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ مولانا محمد طیب صاحب نے مولانا کو ۲۷۔۲۸ اکتوبر کو پنج پیر میں منعقد ہونے والے سالانہ اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ جسے مولانا مدظلہ نے قبول فرمایا اور بعد میں اجتماع میں شرکت بھی کی۔

حضرت مہتمم صاحب کی سعودی سفیر سے ملاقات

۲۶ ستمبر کو اسلام آباد میں سعودی سفارتخانے کی دعوت پر سعودی عرب کے قومی دن کے حوالہ سے ایک تقریب میں شرکت کی جہاں سعودی سفیر کے علاوہ دیگر اہم سیاسی شخصیات وسفراء سے ملاقاتیں کیں۔

پشاور میں قبائلی جرگہ کی صدارت

۳۔اکتوبر کو پشاور میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام منعقدہ قبائلی جرگہ سے صدارتی خطاب فرمایا اور قبائل کے روشن مستقبل کے حوالے سے لائحہ عمل طے کیا گیا اور اہم قرار دادیں پیش کی گئیں۔

لاہور میں وفاق المدارس کی میٹنگ میں شرکت

۵۔اکتوبر کو مولانا عبدالرزاق سکندر صاحب کو وفاق المدارس کا صدر منتخب کیا گیا، جبکہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب کو نائب صدور مقرر کیا گیا۔ اس اہم میٹنگ میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا جہاں مولانا مدظلہ نے وفاق کو اہم تجاویز ومشورے دیئے۔

دفاع پاکستان کونسل کا سربراہی اجلاس

۱۱۔اکتوبر کو دفاع پاکستان کونسل کے اجلاس کی اسلام آباد میں صدارت فرمائی جس میں دفاع پاکستان کونسل کی تمام جماعتوں نے شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے اعلامیہ اور مطالبات پریس کانفرنس میں پڑھ کر سنائے اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا گیا۔

مذہبی جماعتوں کے قائدین کا مشاورتی اجلاس

۱۲۔اکتوبر کو اسلام آباد میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی دعوت پر مذہبی جماعتوں کے قائدین کا مشاورتی اجلاس ہوا جس میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے شرکت فرمائی، جس میں ملکی صورتحال بالخصوص ایم ایم اے کی بحالی اور اسلامی تشخص وجغرافیائی چیلنجز جیسے اہم مسائل پر گفتگو وشنید ہوئی اور دینی جماعتوں کے اتحاد کے حوالے سے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

● **نظریہ پاکستان اور قرارداد مقاصد ایک تجربہ** مؤلف: مہندس محمد اکرام خان سوری

ملنے کا پتہ: معروف کتب فروش اردو بازار لاہور ضخامت: ۲ جلد۔۔۔جلد کل صفحات ۱۶۹۲

کتابوں کی کئی قسمیں عام طور پر پائی جاتی ہیں کوئی کتاب ادبی ذوق اور چاشنی کی حامل ہوتی ہے، کوئی معلوماتی اور کوئی کتاب انتہائی تحقیقی اور تجزیاتی ذوق کے حامل قرار دی جاسکتی ہے۔اس طرح قارئین کی بھی کئی قسمیں ہیں، کوئی ادبی کتابوں سے لطف اٹھاتے ہیں، کوئی معلوماتی کتابوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو کوئی تحقیقی کتابوں سے اپنے قلب کو تسلی بخش دیتے ہیں۔نظریہ پاکستان اور قرارداد مقاصد کے حوالہ سے ان گنت کتابیں لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جارہی ہے کوئی اس کے حق میں پر زور دلائل دے رہے ہوتے ہیں اور کوئی اس کے ردونقد میں بھی لکھتے رہتے ہیں۔

جناب مہندس محمد اکرام خان سوری کا موضوع بھی یہی ہے اس سے پہلے بھی ان کی کئی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں جو منظر عام پر آچکی ہے، زیر تبصرہ کتاب ''نظریہ پاکستان اور قرارداد مقاصد ایک تجربہ'' کے درج ذیل مباحث اور موضوعات قابل ذکر ہیں: ہم نے پاکستان کیوں بنایا؟ مطالبہ پاکستان، آئین، اسلامی جمہوریہ پاکستان اور پاکستان کی مبہم اصطلاحات پر حلف، حصول پاکستان کا مقصد، دوقومی نظریہ، نظریہ پاکستان کا تعارف اس کی حقیقت اور بنیاد، ہندوستان کی تقسیم، قرارداد مقاصد کا مقصد، قرارداد مقاصد میں وائرس، اقتدار کا استحقاق اور اہلیت، آئین کی ظاہری ہیئت میں پنہاں ابہام، قرارداد مقاصد میں بے آہنگی وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں ان مباحث سے یہ کتاب بحث کرتی ہے، اپنے موضوع پر یہ کتاب معلومات و تحقیقات کا ایک سمندر ہے کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور قاری کو غور وفکر کی طرف دعوت دیتا ہے اور اسے تدبر اور سوچ پر مجبور کرتا ہے۔یقیناً مؤلف موصوف نے نہایت محنت، جدوجہد اور خلوص نیت سے اس کتاب کو مرتب کر کے اور چشم کشا حقائق قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس بہترین کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہم کو اس پر سوچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

● **تحفظ عقائد اہلسنت** مرتب: مولانا عبدالرحیم حق چاریاری

ضخامت: ۸۱۲صفحات ناشر: جامعہ حنفیہ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد 03217837313

زیر نظر مجموعہ میں شیخ محمد بن علوی المالکی مصنف (مفاهيم يجب ان تصحح) کے نظریات سے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شیخ محمد بن علوی المالکی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔اس ضخیم مجموعہ میں قاضی مظہر حسین صاحبؒ، مفتی عبدالشکور ترمذیؒ، مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ، مفتی عبدالستار ملتانیؒ، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی عبدالواحد صاحب وغیرہم کی تحریریں شامل ہیں یہ مجموعہ اٹھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں محمد بن علوی مالکی کے نظریات کے تمام پہلوؤں اور خدوخال پر مباحث موجود ہیں۔ بیشتر مباحث میں مسلکی مسائل کو اچھالا گیا ہے،بعض مقامات پر انداز بیان جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ہے البتہ مسلکی مسائل اور مناظرہ ومباحثہ نے دلچسپی رکھنے والے کچھ نہ کچھ استفادہ کر سکتے ہیں۔(مبصر:اسرار مدنی)

● **فہم میراث کی آسان راہیں** مؤلف: مفتی امتیاز خان جدون

ضخامت: ۷۲صفحات ناشر: داراحیاء المیراث کراچی

زیر تبصرہ رسالہ ''فہم میراث کی آسان راہیں'' مشہور کتاب سراجی سے قبل درساً پڑھانے کیلئے مرتب کیا گیا ہے اور جید علماء سے داد تحسین بھی وصول کر چکے ہیں۔ یہ مختصر مگر جامع اور سہل ترین رسالہ ہے جس میں سراجی اور میراث کے تقریباً تمام مباحث کو آسان اسلوب و پیرائے میں بیان کر کے مفتی بہا اقوال کو ترجیح دی ہے ہر سبق کے بعد تمارین بھی اچھے انداز سے مرتب کی گئیں ہیں۔

رسالہ کے آخر میں سو (۱۰۰) سوالات دیئے گئے ہیں جس سے طلبہ اس فن میں فاضلانہ مناسبت اور مہارت حاصل کر سکتے ہیں، یہ ایک علمی کاوش ہے جو نہایت ہی عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے۔اللہ مولف کے مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور مزید اس فن میں نکھار پیدا کرنے کی توفیق سے نوازے۔

● **ہدیہ خواتین (۲حصے)** مرتب: مولانا محمد عثمان نوی والا

ضخامت: ۲۰۰صفحات ناشر: بیت العلم ٹرسٹ کراچی

زیر تبصرہ کتاب میں خواتین کے مخصوص مسائل کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں خواتین کے مخصوص ایام (حیض ونفاس) کے تفصیلات جبکہ حصہ دوم میں اولاد کے پیدائش کے متعلق مباحث پر شامل ہیں۔اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے مسلم خواتین میں دینی تعلیمات کا شعور اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے اور اسے مؤلف کتاب کیلئے وسیلہ نجات بنائے۔

- **الفاظ طلاق کے اصول** تالیف: مفتی شعیب عالم

ضخامت: ۱۷۶ صفحات ناشر: مکتبہ السنان کراچی 03333136744

زیر تبصرہ کتاب میں الفاظ طلاق کے اصول اور ان اصول کی تفہیم و تشریح کے متعلق تمام مباحث موجود ہیں۔ مفتی شعیب عالم صاحب ماہنامہ "البینات" کراچی میں لکھتے رہتے ہیں اور یہ مجموعہ بھی انہی مضامین کا گلدستہ ہے جو انہوں نے "البینات" میں گیارہ اقساط میں شائع کروایا تھا۔ مفتی صاحب نے اس ادق اور مشکل موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا اور اس اہم موضوع کو متعلقہ اصولوں کی روشنی میں اہل علم کے غور وفکر کیلئے منقح و مرتب کرنا مصنف کی قابل صد تحسین کوشش ہے، تحقیق کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موضوع کا حق ادا کیا اور یہ اپنے موضوع پر منفرد علمی، فقہی و تحقیقی کاوش ہے۔

- **قل ھو اللّٰہ احد** تالیف: رشید اللہ یعقوب

ضخامت: ۲۸۰ صفحات ناشر: رحمۃ للعالمین ریسرچ سینٹر کراچی

جناب رشید اللہ یعقوب صاحب ایک پڑھے لکھے باذوق محقق ہیں، ان کا موضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ کے لفظ سے پکارا جائے، اللہ ہی لکھا جائے، اللہ ہی پڑھا جائے، اس میں ثواب بھی ہے اور اجر بھی ہے اور اللہ پسندیدہ نام بھی ہے، ان کا یہ بھی کہنا کہ اللہ کو خدا، گاڈ یا دیگر زبانوں کے جو نام اللہ تعالیٰ کیلئے مستعمل ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ اس موضوع پر وہ عرصہ دراز سے کام کر رہے اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں "اللہ رب العالمین خدا یا گوڈ" "اللہ وحدہ لا شریک لہ اور خدا" "اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول" "الحمد للّٰہ رب العالمین" یہ جملہ کتابیں انہوں نے اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر لکھیں اور خوب تحقیق کر کے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔ اسی سلسلہ کے ایک کڑی زیر تبصرہ کتاب قل ھو اللّٰہ احد بھی ہے جو اپنے موضوع پر لائق مطالعہ کتاب ہے، جسمیں ہر بات مدلل انداز سے پیش کی گئی ہے، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک انمول تحفہ سے کم نہیں، طباعت اور ترتیب بھی اعلیٰ اور مصنف کے حسن ذوق کا آئینہ دار ہے۔

- **لا الہ الا اللہ** تالیف: رشید اللہ یعقوب

ضخامت: ۳۵۲ صفحات ناشر: رحمۃ لعالمین ریسرچ سینٹر کراچی

محترم جناب رشید اللہ یعقوب صاحب اپنے موضوع پر کافی دسترس اور مہارت کے ساتھ ساتھ تحقیق کا اعلیٰ ذوق بھی رکھتے ہیں۔ لفظ اللہ پر انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی، اس موضوع کے علاوہ بھی ان کی کتابیں اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب لا الہ الا اللّٰہ بھی اپنے موضوع لفظ "اللہ" کے ثبوت کے لئے انہوں نے لکھی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے اپنا موقف پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر بات مدلل انذز اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا ہے۔ یقیناً مؤلف کی یہ کتاب ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ سے کم نہیں۔ اللہ مؤلف کو مزید علمی خدمات سے نوازے۔